PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ماہنامہ

ارمغان

ولی اللہ

جلد ۲۸ شمارہ ۹ ستمبر ۲۰۲۰ء مطابق مُحَرَّمْ ۱۴۴۲ھ

سر پرست :

حضرت مولانا محمد کلیم صد یقی

مجلس مشاورت

☆ مولانا محمد طاہر ندوی

☆ مولانا محمد اقبال قاسمی

☆ مفتی محمد ھا رون مظاھری

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں

ہر قسم کی چارہ جوئی کیلئے مظفرنگر کی عدالت سے رجوع کیا جائے

مدیر

وصی سلیمان ندوی

پتہ

دفتر ارمغان

پُھلت ضلع مظفر نگر

Phulat, Distt. Muzaffar Nagar

251201 (U.P.) INDIA

Mob : +91-7060450315

9359774316 , 9412411876

e-mail : arm313@gmail.com

armuganphulat@yahoo.com

Website: www.armughan.net

سرکولیشن انچارج: محمّد حنیف قاسمی

سرکولیشن منیجر : عبدالقدیر انصاری

مشیراعزازی:ایوب بھائی بارڈولی والے

چیف رپورٹر : محمد ادریس قریشی

مشیرقانونی : امجدعلی ایڈوکیٹ

موبائیل : 9897354040

زرتعاون

❖ فی شمارہ25روپے ❖ سالانہ300روپے ❖ سالانہ رجسٹرڈ ڈاک سے500روپے

❖ اعزازی تعاون1000روپے ❖ بیرونی ممالک سے30امریکی ڈالر ❖ لائف ممبرشپ8000روپے(برائے ۲۰سال)

پرنٹر پبلشر **محمد ادریس قریشی** نے ڈیلکس پریس راج مارکیٹ مظفرنگر سے چھپوا کر جمعیت شاہ ولی اللہ کیلئے پھُلت ضلع مظفرنگر سے شائع کیا

(مدیر:وصی سلیمان ندوی)

پی۔ڈی۔ایف۔ #محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرس

☆	(اداریہ)	وصی سلیمان ندوی	۳
☆	ہم نے سب کیا، صرف دعوت کا کام نہیں کیا!	مولانا محمد کلیم صدیقی	۵
☆	نعت شریف	حفیظ محمود بلند شہری	۱۰
☆	غزوۃ الہند، پیشین گوئی اور مصداق	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۱۲
☆	سید الانبیا ﷺ کی شان میں گستاخی	مولانا نجیب قاسمی سنبھلی	۱۴
☆	اخلاق حمیدہ کی تلوار	ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی	۱۷
☆	نسیم ہدایت کے جھونکے (انٹرویو)	ثنا حذیفہ صاحبہ	۲۰
☆	گلوبل سوسائٹی میں دینی تعلیم کی ضرورت	مولانا زاہد الراشدی مدظلہم	۲۵
☆	....اہل مندر کی فکر کریں	مولانا محمد توصیف قاسمی	۲۹
☆	بت خانہ کی تعمیر، ہم کیا کریں؟	ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی	۳۲
☆	دعوتی سوالات اور میرے جوابات	جناب ریاض موسیٰ ملیباری	۳۴
☆	خبروں کی دنیا	محمد ادریس ولی اللہی	۳۸
☆	فقہی مسائل	مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی	۳۹
☆	آخری صفحہ	مولانا محمد کلیم صدیقی	۴۰

اس دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت **ستمبر** سے ختم ہورہی ہے، رسالہ کو مسلسل جاری رکھنے کے لئے دفتر کو اطلاع دیں یا فوراً رقم ارسال فرمائیں۔

پی۔ڈی۔ایف۔ #محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

مسائل کا پائیدار حل

۵/اگست ۲۰۲۰ء کا دن ہندوستانی مسلمانوں کے لئے ایک اورالم ناک واقعہ کے لئے یادگار بن گیا ہے کہ اس دن بابری مسجد کی جگہ رام جنم بھومی کی بنیاد رکھی گئی، اور مرکز توحید کی علامت کے طور پر قائم اللہ کے ایک گھر کی، بت پرستی کے مرکز کے طور پر تعمیر کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے، غیور و باجرو ت خدا کی حکمتیں تو وہی جانے، کہ اتنے بڑے اس دردناک حادثہ کی حکمتیں کیا ہیں اور اس کے پیچھے کے چھپے ہوئے سربستہ راز کیا ہیں، لیکن یہ واقعہ ہے کہ اس سے ہندوستانی مسلمانوں کے دل زخمی ہوئے ہیں، اور ایک بار پھر انھیں انتہائی جذباتی ہوکر اپنے غم کا اظہار کرنا پڑا ہے، حقیقت یہ ہے کہ توحید کے علم بردار، اور ایک خدا کی برتری اور پرستش کے دعوے دار مسلمانوں کے لئے واقعی یہ بڑا غم ناک حادثہ ہے، جس کی ٹیس اور تکلیف ان کی اگلی نسلیں نہ جانے کب تک محسوس کرتی رہیں گی، ایک عمارت ہونے کی حیثیت سے تو اس کا وجود اسی دن ختم ہوگیا تھا جب ۶/دسمبر ۱۹۹۲ء کو بابری مسجد مسمار کی گئی تھی، اس کے بعد کے مسلسل واقعات کے نتیجہ میں ۵/اگست کی سنگ بنیاد کی تقریب خلاف توقع نہیں تھی، اور پچھلے کئی دنوں کی خبروں کے اعتبار سے ذہن و دماغ اس طرح کی خبر سننے کے لئے تیار ہوگئے تھے، لیکن بابری مسجد کے ساتھ مسلمانوں کا جو جذباتی لگاؤ ہے، اور اس کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد بعض دوسری مساجد کے بارے میں جو دعوے کئے جارہے ہیں، اس کی وجہ سے ۵/اگست کے واقعہ نے مسلمانوں کو نہ صرف افسردہ اور متأثر کیا بلکہ ان کے اندر مایوسی اور حوصلہ کی شکستگی کا احساس بھی پیدا ہوا۔

اس موقع پر ایک بار پھر ہمیں اس پہلو پر غور کرنا ہے، کہ آئندہ اس ملک میں مسلمانوں کے وجود و بقا کا راستہ کیا ہے، اپنے دین و ایمان اور اپنی تہذیبی خصوصیات کے ساتھ اس ملک میں ہمارے باقی رہنے کی سبیل کیا ہے، ہمارے اداروں اور تنظیموں کی حفاظت کے لائحہ عمل کیا ہے؟ محض جذباتی ہوجانے، یا آنسو بہانے سے تھوڑی دیر کے لئے دل کا بوجھ ہلکا کیا جاسکتا ہے، اپنے اوپر مایوسی طاری کرلینے سے فکر و عمل کے سوتے خشک کئے جاسکتے ہیں، لیکن اس سے مسلمانوں کے مسائل تو حل نہیں کئے جاسکتے، ان کے دکھوں کا مداوا تو نہیں ہوسکتا، اور نہ ہی یہ طریق کار مسلمانوں جیسی ایک زندہ قوم کے شایان شان ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ اس پورے واقعے کا سنجیدگی سے جائزہ لیا جائے، اس سے سبق لے کر مستقبل کے لئے ٹھوس بنیادوں پر ایک دیرپا لائحہ عمل تیار کیا جائے، اور جن جن میدانوں میں فوری طور پر کام کرنے کی ضرورت ہے، جنگی پیمانے پر کام شروع کردیا جائے۔ ہمارے مخلص علمائے کرام، داعیان دین، اور قوم کے مخلصین جو تدبیریں بتارہے ہیں، ایک دوسرے کی تنقید کے بجائے ان منصوبوں کے لئے راہ ہموار کی جائے، اور بڑے پیمانے پر اس کے لئے ذہن سازی کی جائے۔ غفلت میں ڈوبی، اور ہر قسم کے سود و زیاں سے بے پروا اس قوم کو بیدار کرنے، اور ان کو صحیح صورت حال سے آگاہ کرنے، اور اس کے لئے فکرمند ہونے کے سلسلہ میں بیداری

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

شاید اس وقت کا سب سے اولین کام ہے، جس کی طرف ہم سب کو توجہ مرکوز کرنی چاہئے۔

مسلمانوں کے دین وایمان کی حفاظت، ان کے اندر اسلامی عقائد کے سلسلہ میں حساسیت، بنیادی دینی تعلیم کے لئے مکاتب کا مستحکم نظام، مسلمانوں کے عصری تعلیم کے اداروں میں لازمی طور کسی بھی طرح اسلامیات کی بنیادی تعلیم کا نظم، جوان کے ایمان وعقیدہ کی حفاظت میں مدد دے سکے، معاشی میدانوں میں ان کو آگے بڑھانے کی جدوجہد، ان کے اندر اسلامی تہذیب سے محبت اور فخر کا جذبہ پروان چڑھانے کی کوشش، اور خصوصیت کے ساتھ تعلیمی میدانوں میں منصوبہ بندی کے ساتھ ان کو آگے بڑھانے کے ساتھ، دعوت دین کی جدوجہد میں شامل کرنے جیسے کام، ہمارے منصوبہ کے کچھ بنیادی عنوانات ہونے چاہئیں۔

ان تمام منصوبوں میں تعلیم کا میدان سب سے زیادہ ہماری توجہ چاہتا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ تعلیم کے واسطہ سے ہی کوئی قوم ترقی کی سیڑھی پر چڑھ سکتی ہے، اور اسی کو واسطہ بنا کر اپنے حقوق کی بازیافت کر سکتی ہے، ہمارے یہاں پچھلے ۲۰۔۲۵ سالوں میں تعلیم کے بارے میں بیداری بڑھی ہے، اور غریب وپس ماندہ مسلمان بھی اپنے بچوں کو تعلیم دلانے میں دل چسپی لے رہے ہیں، لیکن ہمارے تعلیمی اداروں اور مسلمان طالب علموں کی تعلیمی پیش رفت کا حال اب بھی قابل اطمینان نہیں ہے، خاص طور پر ہمارے یہاں معیاری اور اعلیٰ تعلیم کی ناقابل قیاس حد تک کمی ہے، اور اس جانب کوئی عمومی فکر مندی بھی نہیں پائی جاتی، ضرورت ہے کہ مسلمانوں میں اس سلسلہ میں بیداری لائی جائے، اور ہمارے خوش حال طبقے ترجیحی بنیاد پر مسلمانوں کے بچوں کی تعلیمی کفالت کے میدان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور اپنی قومی، ملی اور ذاتی ضرورت سمجھ کر اس کی فکر کریں، اس سلسلہ میں مسلمانوں کی جانب سے معیاری اسکولوں کا قیام، سستی تعلیم کا انتظام، اور گھر گھر اس کو پہنچانے کا پیغام ہم سب کی ضرورت ہے۔

اب یہ حقیقت ہمارے تمام دینی اور تعلیمی حلقوں میں تسلیم کی جانے لگی ہے، کہ ان موجودہ حالات سے نکلنے، اور ملک میں مسلمانوں کی باعزت بقا کا سب سے کامیاب راستہ ''دعوت دین'' کا مبارک کام ہے، اور اسی راستہ پر چل کر ہماری کشتی ساحل مراد تک پہنچ سکتی ہے، اللہ کے آخری رسول ﷺ کو جب مکہ چھوڑنا پڑا، اور کعبۃ اللہ جیسے مرکز توحید سے جدا ہو کر مدینہ ہجرت کرنی پڑی، تو ''دعوت دین'' کا یہ مبارک کام ہی تھا جس کی بدولت صرف آٹھ سال بعد مکہ فتح ہوتا ہے، اور مسلمان کعبۃ اللہ میں فاتحانہ داخل ہوتے ہیں۔ ایک مسجد سے مجبورانہ دست برداری سے ہم اگر یہ پیغام حاصل کر سکیں اور اسی دعوت دین کے ہتھیار سے ان حالات کا مقابلہ شروع کر دیں، تو اللہ کی سنت دوبارہ زندہ ہو سکتی ہے، اور کعبہ کو صنم خانہ سے ایک بار پھر پاسبان مہیا ہو سکتے ہیں۔

برادران وطن میں دعوت دین کا مبارک کام، اس ملک میں ملت اسلامیہ کی اولین ضرورت اور ان کی ترقی کی شاہ کلید ہے، اسلام اور مسلمانوں کی قوت، ان کی بیداری اور نمو کا انحصار اس بات پر ہے کہ اسلامی دعوت کا سیل رواں ہر خشک اور بنجر زمین پر ٹوٹ کر برسے اور اس کے ہر ہر طبقے کو سیراب کرے، دین کے داعی اور سپاہی ملک بھر میں پھیل کر شہادت حق کا فریضہ اس بلند آہنگی کے ساتھ انجام دیں کہ اس خزاں رسیدہ چمن میں بہار آ جائے، یہ کام جس طرح ہمارے قومی، ملی اور سماجی مسائل کا حل اور علاج ہے اسی طرح یہ کام ملت کی موجودہ پستی، زبوں حالی اور مسکنت وبے چارگی سے نکلنے کا سب سے کامیاب راستہ بھی ہے۔

آسماں ہوگا سحر نے نور سے آئینہ پوش اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ہم نے سب کچھ کیا صرف دعوت کا کام نہیں کیا!

دعوت دین کے موضوع پر ایک فکر انگیز تازہ ترین خطاب

مولانا محمد کلیم صدّیقی

[دوسری اور آخری قسط]

داعی کی حیثیت طبیب کی ہے مدعو کی حیثیت مریض کی ہے میرے حضرت والاؒ نے فرمایا، اگر مریض بڑھ رہے ہیں تو علاج کب کریں گے؟ جب ذرا بیماری کم ہو جائے گی تب علاج کریں گے؟ یہ عذر کسی حالت میں صحیح نہیں۔ علاج صرف دعوت ہے، اور یہ بات بالکل سو فیصد صحیح ہے اور پریکٹیکل ہے، ساری دنیا کے داعیوں کا تجربہ ہے کہ جتنی کوششیں اندھیروں والے کر رہے ہیں، یہ کوششیں اندھیروں کو بچانے کی کر رہے ہیں پھیلانے کی کوششیں نہیں کر رہے۔ ان کے یہاں تو پھیلانے کی صلاحیت ہی نہیں ہے یہ اندھیروں کو بچانے کی کوشش کر رہے ہیں، اور جتنی کوششیں اور وسائل وہ لوگ اختیار کر رہے ہیں، اس کا ۱۰۰ رواں حصہ اگر اسلام پھیلانے کے لئے استعمال ہو جائے تو ذرا سی دیر میں وہ سارے اندھیرے ختم ہو جائیں گے، یہ ملک تو ایسا ہے کہ جن لوگوں کو مسلمانوں سے نفرت تھی تھوڑا سا ان کا رخ تبدیل ہوا تو ان کا لہجہ بدل گیا، ایسے پانچ سات لوگوں کو میں جانتا ہوں کہ جن کی کلپ مسلمانوں کے خلاف میڈیا پر بڑی تکلیف دہ آئی تھیں، ایک خاتون تھیں بیچاری پیلے سے کپڑے پہنے ہوئے، کتنی سخت زبان اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کر رہی تھیں، حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب نے نیٹ ہی پر اس کا جواب دیا، باقاعدہ ملاقات کر کے اس کو جواب نہیں دیا، ایک اور صاحب نے ہمدردانہ جواب دیا اس کے بعد کی اس کی ویڈیو خود میں نے دیکھی ہے، کہہ رہی تھی اس سے پہلے کہ یہ ویڈیو ڈیلیٹ ہو جائے میرے مسلمان بھائی ضرور دیکھ لیں کہ ان کا دل ٹھنڈا ہو جائے کہ آپ کی بہن نے سچّے دل سے معافی مانگ لی ہے اور مجھے مسلمانوں سے یہ شکایت ہے کہ ایسے اسلام کو ہم تک نہیں پہنچایا اور میں اسے کیا کیا سمجھتی رہی۔ ایک ڈاکٹر تھی یہاں کے مسلمانوں کے بارے میں اس نے کچھ غلط بات کی، چند لوگوں نے نیٹ کے راستے سے اس کو اسلام کی بات پہنچائی تو اس بے چاری نے کیسی معذرت کی، ایک نہیں اس طرح کے کتنے لوگ ہیں۔

تو حضرات یہ بات عرض کرنے اور درخواست کرنے کے لئے میں نے بتایا ہے کہ یہ شیطان کی بہت بڑی چال ہے کہ ابھی ذرا ہم لوگ رک جائیں، ابھی ذرا دوسرے کام کر لیں کچھ دن بعد دعوت کا کام کریں گے، ابھی ماحول سازگار نہیں ہے، شروع میں ہی میں نے ایک بات کہی تھی کہ ہمیں مشروط طور پر ماننا نہیں ہے کہ ماحول اور حالات سازگار ہوں گے تو دعوت کا کام کریں گے، ہمارے نبی ﷺ نے ابتدائی زمانہ میں جب ''قولوا لا الہ الا اللہ'' کی بات کی تھی، اس زمانے کے اعتبار سے آج ہزاروں بلکہ لاکھوں گنا سازگار حالات ہیں۔ پیارے نبی ﷺ نے اس زمانے میں کام کیا تو ہم اس سازگار زمانے میں کیوں نہیں کر سکتے؟ تو ہمیں ضرور اس کام کو کرنا ہے، یہ کام رکنے والا نہیں ہے، یہ کہنا کہ بعد میں کام کریں گے ایسا ہی ہے ذرا بیماری ٹھیک ہو جائے تو پھر علاج کریں گے، اندھیروں کا ذکر ذرا کم ہو جائے تو پھر روشنی جلائیں گے، اس لئے ہمیں کام کرنا ہے۔

ہم جو دعوت سے بار بار پیچھے ہٹ جاتے ہیں اس کی وجہ یہ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ہے کہ ماحول دعوتی نہیں ہے،اس سلسلے میں ہم لوگ جو ماہرین تعلیم ہیں ان سے بھی درخواست کررہے ہیں،۵۰ سال ۶۰ سال سے غیر دعوتی اور تحفظاتی ماحول میں رہ کر ہمارا حال یہ ہے کہ دعوتی کوششیں بھی تحفظاتی انداز کی ہیں، کہ غلط فہمیاں کیسے دور ہوں، ہم ایسے نہیں ہیں، ہم دہشت گرد نہیں ہیں، اقدام کی سوچ ختم ہوگئی ہے،اب اگر کسی طرح ذہن میں آتی بھی ہے، کہ بنیادی طور پر یہ اللہ کا کرم ہے کہ اللہ نے قران کو بھی اور سیرت کو بھی محفوظ کیا ہے اور اللہ کے نبی ﷺ کی ایک ایک بات محفوظ ہے،اس لئے دعوت کی اہمیت دو اور دو چار کی طرح وہاں واضح ہے، جب وہ قرآن کی باتیں اور سیرت کی باتیں سامنے آتی ہیں،اور پچاس سال ساٹھ سال سے غیر دعوتی ماحول میں رہنے والا کوئی عالم یا دانشور کہتا بھی ہے کہ یہ کام کرنا چاہیے،اور اللہ کا شکر ہے لوگ کہنے بھی لگے ہیں، لیکن عملاً اور پریکٹیکل وہ دعوت کی راہ میں قدم اٹھانے کی ہمّت نہیں کرتے، ساری زندگی ڈرائیونگ نہ کی ہو اور بڑھاپے میں ڈرائیونگ پر بٹھائیں گے تو ڈر لگے گا ہی،اس کے لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ بچپن سے نظام تعلیم اور نصاب کے حوالے سے دعوتی ذہن سازی کی جائے،اس لئے نصاب تعلیم بنانے والوں سے درخواست بھی چل رہی ہے اور کوشش ہو رہی ہے، چونکہ سارا الحاد اور بے دینی تعلیم ہی کے راستے لایا جارہا ہے، اس لئے اسی راستے سے بچّوں،اور آئندہ نسلوں کی دعوتی لائن کی ذہن سازی کی ضرورت ہے،لیکن سب سے زیادہ ضرورت ہے ماحول کو دعوتی بنانے کی،اسلام کی ترتیب یہ ہے کہ۔ **یا ایھا الذین آمنوا قو انفسکم و اھلیکم ناراً۔** خود دعوت پر کھڑا ہونا ہے پھر اپنے گھر والوں کو جہنّم سے بچانا ہے،الاقرب فالاقرب کا دستور ہے، یہی انسانی فطرت کا تقاضہ بھی ہے،اگر اس سے کہا جائے کہ گھر والوں کو محروم رکھ کر باہر والوں کو مال دو اور ان کو نوازو، ان کو حلوہ پوری کھلاؤ اور اپنے گھر والوں کو بھوکا رکھو،تو کچھ صاحب عزیمت، چند گنے چنے لوگ اس حکم پر عمل کر پاتے۔لیکن یہ غیر فطری دعوت تھی،فطرت کا تقاضہ یہ ہے کہ آدمی اپنے قریب والوں کو سب سے پہلے چاہتا ہے، یہی اسلام کا قاعدہ بھی ہے کہ جس خیر کو آپ خیر سمجھتے ہیں بھلائی سمجھتے ہیں،سب سے پہلے اپنے آپ اور اپنے گھر والوں کو (پہنچاؤ)،گھر کا ماحول دعوتی ہونا ضروری ہے،سب سے پہلی درخواست یہ ہے کہ ہم لوگ اس کی طرف توجہ دیں۔

یہ جو ذرا سی دیر میں دعوت کی ہماری گاڑی رک جاتی ہے، ذرا کچھ ہوا،کھانسی آئی تو دعوت روک دو، نزلہ آیا چھینک آئی تو دعوت روک دو، باہر سے کسی نے دروازے پر کھٹکا دیا تو دعوت روک دو،سارے کام چلتے رہتے ہیں دعوت ہی رکتی ہے،اس کی وجہ یہ ہے کہ ماحول دعوتی نہیں ہے،اور ماحول دعوتی ہونے کے لئے ضروری ہے کہ گھر کا ماحول دعوتی ہو، ماحول سب سے پہلے گھر سے بنتا ہے، تو ہم لوگ گھر میں سب سے پہلے خواتین کی ذہن سازی کریں،اس کی کوشش کریں۔

سن ۲۰۰۳ء/۲۰۰۴ء میں، میں نے کچھ مضامین لکھے تھے ان پر کچھ نظر ثانی کرنی تھی،اس لاک ڈاؤن میں وہ کام پورا ہوا،ان میں میں نے یہی بات لکھی ہے کہ کسی بھی ہدف کو حاصل کرنے اور کسی بھی منزل پر پہنچنے کے لئے انسان کے پورے شعبہائے زندگی میں سب سے آسان اور فطری طریقہ وہ ہے جو نبی کریم ﷺ نے ہمیں سکھایا، جو بھی ہدف ہم کو حاصل کرنا ہے اس سے زیادہ آسان طریقہ کوئی نہیں،اس لئے کہ انسانی فطرت کو پیدا کرنے والے اللہ نے ہمارے نبی رسول اللہ ﷺ کو اسی طرز حیات پر پیدا کر کے آپ کے اسوۂ حسنہ کو انسانی فطرت کے لئے موزوں ترین جو سب سے زیادہ بہتر طریقہ ہوسکتا تھا،اسی کو منتخب کیا ہے،ہمیں دین اور اس پر عمل کرنا مشکل اس لئے لگتا ہے کہ ہم مغلوب الحال بزرگوں کے حالات، ان کی کیفیات اور کشف و کرامات کو دین داری سمجھتے ہیں، حالانکہ وہ غیر اختیاری چیزیں ہیں، ہمارے اختیار میں نہیں ہیں، تو ہمیں وہ مشکل لگتا ہے،لیکن جو اللہ کے نبی ﷺ کی سیرت ہے اور آپ کا اسوۂ حسنہ، ہے موٹے سے موٹی عقل کا

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

آخری درجہ کا انسان بھی بالکل آسان طریقہ سے اس ہدف کو حاصل کرسکتا ہے۔

میں نے اس سے قبل یہ بات عرض کی ہے کہ آپ ﷺ کو امّت پر انتہائی شفقت تھی، پچھلی امتوں کے حالات سنے کہ کسی نے پانچ سوسال لگا تار اللہ کی عبادت کی، کسی نے چار سوسال اللہ کی عبادت کی، تو اللہ کے نبی ﷺ کو بڑی حسرت ہوئی، کہ میری امّت تو عبادت اور اجر وثواب میں پیچھے رہ جائے گی۔ تو اللہ کو اپنے نبی ﷺ کی اس کڑھن پر پیار آیا اور شب قدر عطا فرمائی، قرآن میں نازل ہوا: انّا انزلناہ فی لیلۃ القدر ، ایک ہزار مہینہ سے اس ایک رات کی عبادت افضل ہے، اسّی سال چار مہینے بیٹھتے ہیں ، ایک رات عبادت کرلی اسی سال چار مہینے کا ثواب مل گیا، مغرب سے لے کر فجر تک پوری رات ہے، اس کا ایک ایک سیکنڈ اتنا قیمتی ہے ، اب شب قدر کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے ، اور اس نعمت سے پورا فائدہ اٹھانے کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا جائے کہ شب قدر مس نہ ہو اور پوری رات عبادت میں گذرے، چونکہ ایک ایک لمحہ قیمتی ہے، تو بہت سوچنے کے بعد بڑے بڑے دانش مندوں اور اسکالرز سے پوچھنے کے بعد سب سے آسان طریقہ جو معلوم ہوا، وہ اعتکاف سنت موکدہ ہے۔ دس دن اعتکاف ہے تو انہی میں شب قدر آئے گی، کئی دفعہ ہوتا ہے کہ کوئی رات مس ہوگئی نیند آگئی ، بعد میں لوگوں نے بتایا، کہ اس دن لگ رہا تھا شب قدر ہے، تو کتنی دل میں تکلیف ہوتی ہے کہ وہی دن مس ہوگیا اور ہم تو اتنی محنت کر رہے تھے، لیکن اگر اعتکاف میں موجود ہیں، تو ۲۴ گھنٹے عبادت کا ثواب ہے ، آدمی اگر گھر میں عبادت کرے گا تو کچھ باتوں میں کتنا وقت چلا جائے گا، لیکن دس دن کا اعتکاف کوئی مشکل کام نہیں، اور اگر آدمی مسلسل اعتکاف کرلے عشرۂ اخیرہ کا، تو کبھی بھی زندگی بھر اس سے شب قدر مس نہیں ہوگی، اس سے آسان کوئی طریقہ ہوسکتا ہے؟ یہ ایک میں نے مثال دی ڈ اللہ کے نبی ﷺ کی پوری زندگی کا حال یہی ہے۔

تو دعوت کا ماحول بنانے کے لئے آپ ﷺ نے جو طریقہ اختیار کیا اور سب سے پہلے جس ذات عالی کو اپنے دعوتی مشن میں شریک کیا، وہ آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں، اس کا مطلب یہ ہے، کہ اگر ہم واقعی دعوت کی اس راہ پر چلنا چاہتے ہیں، تو ہمیں دوسرے لوگوں کی ذہن سازی سے پہلے اپنے گھر والوں اور اپنی اہلیہ کو ٹارگیٹ بنانا چاہیے اور دعوتی کام میں شریک کرنا چاہیے، اور یہ ماحول بنانے کے لئے کہ سو فیصد زندگی دعوت سے جڑ جائے، ہمارا گھر دعوتی مرکز بن جائے، دار ارقم، دار ابی ایوب بن جائے، ہمارا گھر دعوتی سینٹر بن جائے، یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک گھر میں رہنے والی گھر کی ملکہ داعی نہ بن جائے، اس لئے میری درخواست ہے کہ ہم لوگ یہاں سے شروع کریں، یہی ترتیب اختیار کریں۔ جتنی ہماری دعوت اقرب الی السنّہ نبی کریم ﷺ کے طریقے پر ہوگی، اتنا ہی ہم اپنے ہدف میں کامیاب ہوں گے۔ اس میں سب سے زیادہ ضروری ہیکہ ہم لوگ گھر میں دعوت کا ماحول بنائیں۔

پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ ہمارے دنیاوی مسائل کا حل بھی یہی ہے، کہ گھر کی ازدواجی زندگی جو بہت زیادہ ناگوشگوار ہورہی ہے، لاک ڈاؤن میں تو اور بھی فیملی سسٹم کے ناخوشگوار واقعات اخباروں میں آرہے ہیں، جب شوہر گھر میں رہنے لگتا ہے تو ہر وقت لڑائیاں ہوتی ہیں، اور بہت ناگواریاں ہوتی ہیں، ڈپریشن فرسٹیشن ہوتا ہے، پھر سائیکاٹیرسٹ کو لے جا کر دکھانا پڑتا ہے، تو ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے بھی اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں، گھر میں دعوت کے دروس کروائیں ان سے فیلڈ ورک بھی کروائیں، پارک میں جارہے ہیں ان کو ساتھ میں لے جائیں ، پارک میں خواتین بھی ہوتی ہیں، اس میں کیا حرج ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا کوئی سفر ایسا نہیں ہوتا تھا جس میں ازواج مطہرات میں سے کسی کو ساتھ نہ لے جاتے ہوں، قرعہ ڈالا جاتا تھا جس کا نام آتا ان کو ساتھ لے جاتے تھے، یہ سنّت ہے، خصوصاً ہندوستان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

میں برادران وطن میں کام کرنے کے لئے، مردوں سے زیادہ عورتوں کو دعوت کے کام کرنے کے لئے کھڑا کرنے سے فائدہ ہوتا ہے۔ ہم لوگوں کا یہ بھی تجربہ ہے مرد لوگوں کے دعوتی کیمپ زیادہ لگے، عورتوں کے کم لگے، لیکن جہاں جہاں خواتین کے کیمپ لگے ہیں ہمارے دعوت کے ساتھی اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ دس مردوں کے کیمپ سے اتنا دعوت کا ماحول سازگار نہیں ہوتا جتنا خواتین کے ایک کیمپ سے ماحول سازگار ہوجاتا ہے، ملک و بیرون ملک ہم لوگوں کا یہ تجربہ ہے، کہ خواتین کے کیمپ میں دس گنا کم سے کم فائدہ ہوتا ہے۔

ہمارے ایک دوست ہیں دھیرج دیش مکھ نام ہے ان کا، وہ مراٹھا سیوا سنگھ میں بہت اہم پلّر رہے ہیں، اللہ نے انہیں ہدایت دی ہے، میں اورنگ آباد میں تھا وہ کہیں دور تھے، کہنے لگے آپ سے بہت اہم مشورہ کرنا ہے آجاؤں، میں نے کہا آجایئے، تو وہ کافی لمبا سفر کرکے آئے اور کہنے لگے، کہ اصل میں ہندوستان میں دعوت کا مزاج بنانے کے لئے اور برادران وطن کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے مردوں میں زیادہ کوشش کی ضرورت نہیں ہے، خواتین میں دعوت دینے کی زیادہ ضرورت ہے، میں نے کہا کیوں؟ کہنے لگے یہاں پر جتنا مذہب کی پوجا اور رسومات ہیں وہ سب خواتین ہی کرتی ہیں، مرد صرف ٹیکسی ڈرائیور ہوتے ہیں، اگر یہ خواتین مندر کی طرف جاتی ہیں تو مرد بھی ان کے پیچھے جاتے ہیں، اگر یہ مسجد کی طرف جانے لگیں گی، تو مرد بھی ان کے پیچھے جانے لگیں گے۔ اسی دوران اتفاق سے میرا سونی پت جانا ہوا وہاں بالکل ہمارے مدرسہ سے ذرا پہلے شنی کا مندر ہے وہ مندر ایک مسجد کی جگہ پر بنایا گیا ہے، شنی جو ہے وہ نقصان کا دیوتا ہے، مال دار لوگ اس سے ڈرتے ہیں، تو وہاں VIP لوگوں کی سنیچر کے دن پوجا ہوتی ہے، میں اپنے ڈرائیور سلیم کے ساتھ جارہا تھا، وہاں لائن لگی تھی، میں نے سلیم سے کہا گننا کتنے مرد اور کتنی خواتین ہیں، تو عورتیں ۳۶ تھیں اور مرد صرف سات تھے، تو یہاں عورتوں کی بیداری اور عورتوں کی ذہن سازی اور عورتوں کی دعوت کی زیادہ ضرورت ہے۔

میری بہنیں بھی یقیناً میری بات کو توجہ سے سن رہی ہیں، اس لئے جو میں نے کہا کہ دس گنا آپ کے دعوت کے کام کا فائدہ ہے تو دس گنا آپ کی ذمّہ داری بھی بڑھتی ہے۔ اگر ہم اپنے گھر کی خواتین کو اس میں شریک کریں گے، تو ہم پر بھی دعوت طاری ہوجائے گی، وہ جو کہتے ہیں درد و فکر نہیں ہے بس مشینی انداز ہے، ہمارے اکثر ساتھی شکایت کرتے ہیں کہ ہم دعوتی کام کرتے تو ہیں لیکن دعوت میں وہ جنونی کیفیت طاری نہیں ہوتی، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ گھر کا ماحول دعوتی نہیں ہے، ہمارے گھر دارارقم اور دار ابی ایوب نہیں بنے۔ ہمارے گھر دار ارقم اور دار ابوایوب اس وقت بنیں گے جب گھر کی خواتین دعوتی کام میں پریکٹیکل شریک ہوں گی، اور ان میں جنون طاری کرنا مردوں کے مقابلے میں بہت آسان ہوتا ہے، اور ان پر طاری ہو گیا تو ہم لوگوں پر دعوت طاری ہو ہی جائے گی۔

اس لئے اس مرتبہ ہم یہاں سے شروع کریں کہ گھر والوں کی ذہن سازی کریں، آئندہ ہماری کارگذاری ہو تو ہم سب سے پہلے یہ طے کرلیں کہ ہمیں کارگذاری سنانی ہے کہ ہماری گھر کی خواتین عملاً کیا کر رہی ہیں، کتنے دروس ہوئے ہیں، کتنے پریکٹیکل کر رہی ہیں اور کتنی ملاقاتیں انہوں نے کی ہیں، اب تو یہ ماحول ہے، تعلیم کا دور ہے اور کالج اور یونیورسٹیوں میں پڑھ رہی ہیں، اور ہر ایک کے ساتھ ان کے بیچ میں سہیلیاں ہوتی ہیں، آن لائن بھی رابطہ ہوتا ہے، تو وہ آن لائن بھی بات کو پہنچا سکتی ہیں۔

ایک اور اہم بات یہ ہے کہ دعوتی ذہن سازی کے سلسلے میں اس ماحول میں امّت کی ذہن سازی بھی ضروری ہے، اس لئے ایک نشانہ ایک ہدف بنا کر لوگوں سے ملنے کی کوشش کریں، اپنے اپنے لحاظ سے جو میٹنگ ہوتی ہیں کسی جگہ کام کرنا زیادہ آسان ہوتا ہے، کسی جگہ مشکل ہوتا ہے، اس لئے اپنے لحاظ سے ہدف بنا کر

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کوشش کریں، کہ اس مہینے ہم دس لوگوں کی ذہن سازی کریں گے مسلمانوں کے لحاظ سے یہ بھی ضروری ہے۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ اصل میں یہ جو برادران وطن ہیں ہمارے، یہ بہت ہی محبت بھری قوم ہیں، اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہندوستان کی مٹی سے محبت کی خوشبو آتی ہے، یہ اپنے خیرخواہوں اور ہمدردوں کے ساتھ آخری درجہ میں احسان مندی کا جذبہ رکھتی ہیں، لیکن اصل بات یہ ہے کہ ہمارے رابطہ کی کمی ہے، ہم نے انہیں غیر جو سمجھ لیا ہے، دشمن وحریف بنا لیا ہے، اسی نیت سے ہم ان سے ملتے ہیں، تو ان پر بھی اس کا اثر ہوتا ہے، ہم انہیں اپنا بھائی، اپنے خونی رشتے کا بھائی، اپنے نبی کا امّتی، اپنے رب کا بندہ بن کر خیرخواہی کے ساتھ ان سے روابط شروع ہی نہیں کئے ہیں، پڑوس کے حاجی عبدالوہّاب صاحب فرماتے تھے کہ ہم عالم کی آواز لگاتے ہیں، لیکن ہم نے عالم کی نیّت ہی نہیں کی، ان کے بارے میں ہم سوچتے ہی نہیں کہ ان سے ہمارا کوئی رشتہ ہے۔ اس کے لئے ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہم ان سے رابطہ پیدا کریں۔

اس کے لئے ہمیں اس کی کوشش کرنی چاہیے کہ مسلمان برادران وطن سے ذاتی تعلقات پیدا کریں، ملنا جلنا ہو تو دل میں نیّت دعوت کی ہو، دعوت یہ کہ برادران وطن کو مسجدوں کے اندر ان کو لاکر، کسی بھی طریقے سے، عید ملن کا پروگرام ہو، مسجد پر یچے کا پروگرام ہو، پولیو، یا کورونا کی ریلیف کا پروگرام ہو، یا اس سلسلے میں بیداری کا پروگرام ہو، یا ماسک ڈسٹری بیوشن کا پروگرام ہو، مسجدوں کو اس کا مرکز بنا کر مسجدوں کے دروازوں میں داخل کرنے کی کوشش کی جائے۔ اپنے ٹوٹے پھوٹے تجربے کی بنیاد پر مجھے ایسا لگتا ہے کہ اگر مسلمان یہ طے کرلیں کہ ایک دفعہ پورے ایک ارب برادران وطن کو مسجد کے دروازے میں داخل کر دیں گے، صرف داخل کرنا ہے، اور دل میں نیّت دعوت کی ہو، تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ نفرت کا ماحول ۵۰ فیصد ختم ہو جائے گا۔ اس لئے کہ جن لوگوں کو مسجدوں میں بلایا گیا مسجد پر یچے کے پروگراموں میں ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کے مثبت تاثرات ہیں، مہاراشٹر میں اور دیگر علاقوں میں جن لوگوں نے شروع کیا تھا پچھلے رمضان بعد، ان کے تاثرات آئے ہیں کہ مسجد کے دروازے میں داخل ہونے کے بعد، اسلام اور مسلمانوں سے ہزاروں میل کا فاصلہ ہمارا کم ہو گیا، احمد آباد میں دعوتی کیمپ لگ رہا تھا، تو آخری دن مسجد پر یچے کا پروگرام اس مسجد میں کیا گیا، جو نیشنل ہیری ٹیج کی مسجد ہے، جس میں صدر امریکہ کو لے کر گئے تھے وہ بالکل چورا ہے پر مسجد ہے اور اس میں جو جالی ہے وہ آرکی ٹیکچر کا نمونہ ہے بہت بڑے پتّھر کی جالی بنائی گئی ہے اکیلی ۲۰ رفٹ کی جالی ہے، اسے دیکھنے کے لئے ماہرین تعمیر آتے ہیں، وہاں مسلمانوں کو صرف نماز پڑھنے کی اجازت ہے اور کسی چیز کی نہیں، منبر ٹوٹ گیا تھا تو اس کی مرمّت کی اجازت بھی نہیں ملی۔ وہاں ہر کوئی آتا ہے، مسلمانوں سے زیادہ وہاں غیر مسلم ہی آتے ہیں، اس مسجد میں جب بلایا گیا، تو وشو ہندو پریشد کے ایک ذمہ دار تھے پروین توگڑیا کے رائٹ ہینڈ، جب وہ مسجد میں آئے تو انہوں نے کہا کہ زندگی میں کسی مسجد میں میری یہ پہلی حاضری ہے، اور مسجد کے دروازہ میں داخل ہونے کے ساتھ ساتھ اسلام اور مسلمانوں سے میرا فاصلہ ہزاروں میل کم ہو گیا، میرے ذہن میں مسجد کا کچھ عجیب تصور تھا، کہ وہاں کچھ ہتھیار رکھے ہوں گے، اور وہاں جو ہوں گے امام صاحب اور ملا جی وہ ہندوؤں کو قتل کرنے کا طریقہ بیان کر رہے ہوں گے، مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس گھر میں ایسی آتم شانتی ملتی ہے، اور مجھے اب معلوم ہوا کہ یہ مالک کا گھر ہے۔

اس کا بھی ہم اہتمام کریں کہ ہم اپنے علاقوں میں جماعتیں بنائیں اور جماعتوں کو ہدف دیں کہ ہم اتنے لوگوں سے روابط پیدا کرئیں گے، اور ان سے ملاقات کی کارگذاریاں سنائی جائیں، اور نیّت دل میں دعوت کی ہو کہ ہمیں انہیں دوزخ سے بچانا ہے، اس سلسلہ میں یہ تین ہدف میرے ذہن میں ہیں، ایک نشانہ بنا کر ایک سلیبس بنا کر کوئی کام کرتا ہے آدمی تو اسے کر لیتا ہے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ایک تو ہمیں گھر میں ماحول بنانا ہے اور گھر میں محنت کے لئے تو لاک ڈاؤن میں بھی نا سازگار حالات نہیں ہیں، کرفیو بھی لگ جائے، وہاں آپ پورے دروس بھی دے سکتے ہیں، آن لائن کتنے دروس موجود ہیں، آپ خود نہیں دے سکتے تو یاد بھی کر سکتے ہیں آپ پریکٹیکل بھی کروا سکتے ہیں، کوئی غیر مسلم مدعو نہیں ہے تو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مذاکرہ کر سکتے ہیں، ایسے مشق کرائی جا سکتی ہے۔

دوسرے مسلمانوں کی ذہن سازی کرنی ہے ایک ہدف بنا کر، کہ ہر مہینے اتنے مسلمانوں کی دعوتی ذہن سازی کرنی ہے، اتنے مسلمانوں کو دعوت پر عملاً کھڑا کرنا ہے، ان میں دروس کا سلسلہ شروع کرنا آج کل سب سے بہتر اور آسان طریقہ ہے، اگر تھوڑی سوجھ بوجھ رکھنے والے مسلمان کے سامنے سارے دعوتی دروس آجائیں تو وہ دعوت کو اپنا منصبی فریضہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے

کچھ مہینے پہلے ہم ملیشیا کے سفر پر گئے تھے وہاں بڑے بڑے اداروں کے جینئس اساتذہ بھی دروس سیکھنے کے لئے آئے تھے اور انہوں سیکھا، وہ کہتے تھے کہ ہماری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، جب وہ کہتے تھے اللہ ربنا و ربکم، اللہ میرا بھی رب ہے تمہارا بھی رب ہے، ہمیں خیال ہی نہیں تھا کہ یہ جے پرکاش کا بھی رب ہے، مختار صاحب کا بھی رب ایک ہی ہے، ابھی جو قرآن کے درس ہو رہے تھے اس میں بنی اسرائیل کے واقعہ میں مسلسل یہ بات کہہ رہا تھا کہ اگر ہمیں فرعون کے ظلم اور ستم سے بچنا ہے تو ہمیں دعوت کے کام پر کھڑا ہونا پڑے گا، ہم پر جو سزائیں ہماری حرام خوریوں اور حرام کاریوں کی وجہ سے ہو رہی ہیں، ان کا واحد علاج دعوت ہے۔ لیکن ہمیں کبھی اس پس منظر میں سوچنے اور سمجھنے کا موقع ہی نہیں ملتا، کیوں کہ دعوتی ماحول نہیں ہے، اس لئے ہمیں اس کی کوشش کرنا ہے۔

اور تیسرا ہدف ہے دعوت کا کام، ہمیں تینوں ہدف پر کام کرنا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

نعت

حفیظ محمود بلند شہری

فروزاں ہوئے اس سے دل اور دماغ
کہا جس کو قرآں نے روشن چراغ

نظیر اس کی چاند اور سورج نہیں
رخِ مصطفیٰ پر گہن ہے نہ داغ

خدا جانے بس آپؐ کی رفعتیں
ملک بھی نہیں پا سکے یہ سراغ

ہوئے رونما آپؐ ہی کے طفیل
یہ دریا یہ خشکی یہ صحرا یہ تاغ

کرے جو کوئی آپؐ کی پیروی
تو اس کا مقدر ہو جنت کا باغ

کرم اسے قسیمِ مئے معرفت
خدارا مجھے بھی ملے اک ایاغ

حفیظؔ اور بھی لکھے نعت ِ نبیؐ
ملے اور بھی کاش وقتِ فراغ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

غزوۃ الہند

پیشین گوئی اور اس کا مصداق

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

مسلمانوں کے خلاف جو پروپیگنڈے سنگھ پریوار والوں کی طرف سے کئے جاتے ہیں اور اس کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے، ان میں ایک یہ ہے کہ اسلام میں غزوۂ ہند کی پیشین گوئی کی گئی ہے کہ مسلمان آئیں گے، ہندوستان کے ہندوؤں کو قتل کریں گے، یہاں کے مال و دولت پر قابض ہو جائیں گے، اس کو لوٹ لیں گے اور جو یہاں کے حکمراں ہوں گے، ان کو قید کر کے ہتھکڑیاں ڈال کر یہاں سے لے جائیں گے، اس پروپیگنڈہ کو مسلمانوں اور غیر مسلم بھائیوں کے درمیان نفرت پیدا کرنے کے لئے بہت ہی شدت کے ساتھ پھیلایا جا رہا ہے، اور کہا جا رہا ہے کہ مسلمان ہندوؤں پر حملہ کرنے کا پروگرام بنا رہے ہیں؛ لہٰذا اس کی حقیقت کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

اس سلسلہ میں تین نکات پر غور کرنا چاہئے:

(۱) اس سلسلہ میں جو حدیثیں منقول ہیں، وہ فنی اعتبار سے معتبر ہیں یا معتبر نہیں ہیں، ان کا درجہ کیا ہے؟

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ''ہند'' سے کون سا علاقہ مراد تھا؟

(۳) یہ واقعہ پیش آچکا ہے یا پیش آنے والا ہے؟

ان تینوں نکات پر غور کیا جائے تو مسئلہ اچھی طرح واضح ہو جائے گا اور اس اعتراض کی حقیقت معلوم ہو جائے گی، جہاں تک احادیث کی بات ہے تو اس سلسلہ میں بحیثیت مجموعی چار حضرات سے روایتیں منقول ہیں:

(۱) حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳) صفوان بن عمروؒ

(۴) کعب احبارؒ

غزوۃ الہند سے متعلق حدیثیں:

الف: اس سلسلہ میں بعض راویوں پر کلام کے باوجود جو روایت فی الجملہ معتبر تسلیم کی گئی ہے، وہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی ہے، اس روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے دو گروہوں کو اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھے گا، ایک وہ گروہ جو ہندوستان سے غزوہ میں شریک رہے گا، دوسرے: وہ جو (دجال کے مقابلہ) حضرت عیسیٰ بن مریم کے ساتھ ہوگا۔ (مسند احمد ۵: ۲۷۸، حدیث نمبر: ۲۲۴۴۹، نسائی، حدیث نمبر: ۳۱۷۵)

اس روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو الگ الگ واقعات کی پیشین گوئی فرمائی ہے، ایک واقعہ ہندوستان سے متعلق ہے، اور دوسرا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد آپ کے ساتھ جہاد سے، اس سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے ہندوستان پر فوج کشی ہوگی؛ لیکن یہ فوج کشی کیوں ہوگی؟ کیا مسلمان اس میں حملہ آور ہوں گے، یا یہاں کے کسی حکمراں کی زیادتی کی وجہ سے مسلمان فوج کشی پر مجبور ہوں گے، جیسا کہ راجہ داہر کے خلاف محمد بن قاسمؒ کو قدم اٹھانا پڑا تھا؟ اس کی کوئی وضاحت نہیں ہے، دوسرے: اس روایت میں حکم نہیں ہے کہ مسلمانوں کو حملہ کرنا چاہئے؛ بلکہ صرف خبر ہے کہ ایسی صورت حال پیدا ہو جائے گی کہ مسلمان فوج کشی کریں گے،

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اُس وقت اس میں شرکت باعث ثواب ہوگی۔

ب: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے غزوۂ ہند کا وعدہ فرمایا، تو اگر میں اس میں شہید ہو گیا تو بہترین شہداء میں ہوں گا، اور اگر لوٹ آیا تو ابو ہریرہ دوزخ سے آزاد ہوگا۔ (مسند احمد:۲/۲۲۹۔ نسائی، ۳۱۷۳، ۳۱۷۴، باب غزوۃ الہند)

یہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف ہے؛ کیوں کہ اس میں ایک راوی جَبر بن عَبیدہ آئے ہیں، اوران کے بارے میں اہل فن جیسے: علامہ مزیؒ کا خیال ہے کہ وہ معتبر نہیں ہیں، علم رجال کے بڑے ماہر حافظ ذہبیؒ نے ''میزان الاعتدال'' میں بھی ان کی حدیث کو منکر یعنی نا قابل قبول قرار دیا ہے، (دیکھئے:۱/۳۸۸) اور موجودہ دور کے دو بڑے محدثین نے بھی اس حدیث کو ضعیف کہا ہے، ایک تو علامہ ناصر الدین البانیؒ، انھوں نے ضعیف سنن النسائی میں حدیث نمبر: ۲۰۲۔۲۰۳ کے تحت اس کا ذکر کیا ہے، دوسرے: ڈاکٹر شعیب ارناؤط، جنھوں نے مسند امام احمدؒ پر تحقیق کی ہے، انھوں نے بھی مسند احمد کی تخریج میں جلد:۱۲/، صفحہ:۲۹ پر لکھا ہے کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔

ج: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے میرے خلیل صادق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس امت میں ایک فوج سندھ اور ہند کی طرف جائے گی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تو اگر میں نے اس کو پالیا (اور اس میں شہید، آزاد ہوگیا) تو یہی مقصود ہے، اور اگر میں واپس آ گیا تو میں ابو ہریرہ ہوں گا، جس کو اللہ نے دوزخ سے آزاد کر دیا۔ (مسند احمد، ۲/۳۶۹)

اس روایت میں دو خامیاں ہیں، ایک تو اس میں ایک راوی ہیں براء بن عبداللہ غنوی، ان کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے، یحیٰی بن معین نے کہا ہے: لم یکن حدیثه بذاك، یعنی ان کی حدیث قابل قبول نہیں ہے، اور ضعیف کا لفظ بھی ان کے لئے استعمال کیا ہے، امام نسائیؒ بڑے پایہ کے محدث اور ناقد رجال ہیں، انھوں نے بھی ان کو ضعیف کہا ہے، اور حافظ ابن حجرؒ نے بھی تقریب التہذیب میں ان کا ضعیف ہونا نقل کیا ہے، دوسرے: اس روایت کو حسن بصریؒ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں؛ لیکن ایک بڑے پایہ کے محدث امام ابو حاتمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حسن بصریؒ کا سماع ثابت نہیں ہے، گویا اس کی سند میں درمیانی واسطہ کا ذکر نہیں ہے؛ اس لئے یہ روایت بھی قابل قبول نہیں ہے، اسی بنیاد پر ڈاکٹر شعیب ارناؤط نے مسند امام احمد کی تعلیق میں کہا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے (مسند احمد:۱۴/۴۱۹) اور ضعف کی وہی دو جہتیں بیان کی ہیں، جن کا ابھی اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

لیکن اگر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دونوں روایتوں کو دیکھا جائے تو اس میں ایک اشارہ یہ بھی ملتا ہے کہ یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قریبی دور میں پیش آنے والا تھا؛ اسی لئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے منتظر تھے کہ اگر ان کی زندگی میں ہندوستان کی طرف فوج کشی ہوئی تو وہ اس میں شریک ہوں گے، دوسرے: اس میں ایک لفظ ہے: بعث إلی السند والهند، ایک فوج ''سندھ اور ہند'' بھیجی جائے گی، تو اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اس میں ''ہند'' سے ہند کا وہ علاقہ مراد ہے جو اس وقت مغربی پاکستان کا حصہ ہے، یعنی دریائے سندھ کے دونوں کنارے۔

د: **صفوان بن عمر کی روایت اس طرح نقل کی گئی ہے:**

صفوانؒ ایک صاحب سے روایت کرتے ہیں، جنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کا ایک گروہ ''ہند'' میں جہاد کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو فتح عطا فرمائیں گے، یہاں

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

تک کہ وہ ہند کے راجاؤں سے اس حال میں ملیں گے کہ وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے، اللہ تعالیٰ اُن (مجاہدین) کے گناہوں کو معاف کردیں گے، پھر وہ شام کی طرف لوٹیں گے تو شام میں حضرت عیسیٰ ابن مریم کو پائیں گے۔ (نعیم بن حماد فی الفتن، حدیث نمبر:۱۱۸۲)

بعض سندوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی روایت ہے، اس کو تین ذریعوں سے نقل کیا گیا ہے، ایک: ولید سے، اور ولید محدثین کی اصطلاح میں ''تدلیس'' کیا کرتے تھے، یعنی اپنے استاذ کا نام حذف کر کے اگلے شخص سے روایت نقل کردیتے تھے، اب جس شخص کا نام نہیں لیا گیا، ہوسکتا ہے کہ وہ معتبر راوی نہ ہو؛ اس لئے ایسے شخص کی روایت محدثین کے یہاں اس وقت تک قبول نہیں کی جاتی، جب تک کہ وہ براہ راست اپنے استاذ سے روایت سننے کی صراحت نہ کردے، اور یہ کیفیت اس روایت میں نہیں ہے، دوسرا ذریعہ بقیہ بن ولید کا ہے، ان کی بھی یہی کمزوری ہے، یہ بھی تدلیس کرنے والے راویوں میں ہیں، تیسرا ذریعہ ''ارطاۃ'' ہیں، ان کی سند میں اتصال نہیں ہے، یعنی: بعض واسطے ذکر نہیں کئے گئے ہیں، نیز صفوان نے کس کے واسطہ سے روایت لی ہے؟ ان کا نام مذکور نہیں ہے، وہ واسطہ صحابی کا بھی ہوسکتا ہے اور بعد کے راوی کا بھی؛ اس لئے یہ تینوں ذریعے اہل فن کے نزدیک غیر معتبر ہیں۔

❖ : حکم بن نافع اس شخص سے نقل کرتے ہیں، جس نے کعب احبار سے نقل کیا ہے کہ ''بیت المقدس'' کا ایک حکمراں ہندوستان کو فوج بھیجے گا، جو اس ملک کو فتح کرلے گی، وہ ہندوستان کو روند ڈالے گی، وہاں کے خزانے لے لے گی، وہ بادشاہ اس سے بیت المقدس کو آراستہ کرے گا، یہ فوج ہندوستان کے حکمرانوں کو ہتھکڑیوں میں لے کر آئے گی، اور مشرق ومغرب کے درمیان کے تمام علاقے اس کے لئے فتح کرلئے جائیں گے، اور دجال کے نکلنے تک اس فوج کا ہندوستان میں ہی قیام رہے گا۔

(اخرجہ نعیم بن حماد فی الفتن، حدیث نمبر:۱۲۱۴)

یہ روایت بھی ضعیف ہے، اولاً تو یہ کعب احبار کا قول ہے نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا، یہ صحابی بھی نہیں ہیں، تابعی ہیں، یعنی انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پایا ہے؛ البتہ آپ کے صحابہ سے ان کی ملاقات ہے، ان کا شمار پہلے یہود کے بڑے علماء میں تھا، پھر مسلمان ہوگئے، تورات پر ان کی گہری نظر تھی؛ اس لئے یہ بہ کثرت تورات کی روایات نقل کیا کرتے تھے؛ اس لئے مفسرین اور محدثین ان کے اقوال کو قبول کرنے میں کافی احتیاط کرتے ہیں، بہ ظاہر یہ روایت بھی اسی طرح کی ہوگی، دوسرے: حکم بن نافع نے کن کے واسطہ سے یہ روایت سنی ہے، اور ان کے اور کعب کے درمیان کس کا واسطہ ہے؟ اور وہ واسطہ معتبر ہے یا نہیں؟ یہ بھی واضح نہیں ہے؛ اس لئے یہ بھی غیر معتبر روایت ہے، اور صرف اسی ایک روایت میں ہندوستان کے حکمرانوں کو ہتھکڑی پہنا کر لانے کا ذکر ہے۔

ہند سے مراد

دوسرے نکتہ کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو ہند کا علاقہ تھا، وہ اس سے بہت مختلف تھا، جسے اس وقت ہم ''بھارت'' کہتے ہیں، تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہزاروں سال پہلے جب آریہ اس ملک میں آئے تو انھوں نے اس خطہ کا نام ''سندھو'' رکھا؛ کیوں کہ وہ اپنی زبان میں دریا کو ''سندھو'' کہتے تھے، ابتداءً وہ اس ملک کو سندھو کہتے رہے، مگر آہستہ آہستہ وہ اسے سندھ کہنے لگے، ایرانیوں نے اپنے لہجے میں سندھ کو ''ہند'' کرڈالا اور یونانیوں نے ''ھ'' کو اس کے قریب المخرج حرف ہمزہ سے بدل کر ''اند'' کردیا، رومن میں یہ لفظ ''اند'' سے ''اندیا'' ہوگیا اور انگریزی زبان میں چوں کہ ''دال'' نہیں؛ اس لئے وہ انڈیا بن گیا (تاریخ سندھ: ۲۴، تالیف: اعجاز الحق قدوسی، طبع لاہور،

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

سیّد الانبیاء کی شان میں گستاخی قبول نہیں

توہینِ رسالت کی سزا کے لیے عالمی قانون بنایا جائے

مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی

۱۹۷۶)وہ ’’ ہند‘‘ موجودہ پاکستان کا علاقہ تھا، دریائے سندھ کے ایک طرف کا علاقہ سندھ اور دوسری طرف کا ہند کہلاتا تھا؛ لہٰذا حدیث میں جس ہند کا ذکر آیا ہے، وہ موجودہ ہندوستان نہیں ہے، جس میں اس وقت ہم لوگ رہتے ہیں، اور جس کی راجدھانی دہلی ہے؛ بلکہ یہ علاقہ اِس وقت پاکستان کی شکل میں موجود ہے، جہاں صدیوں سے مسلمان آباد ہیں اور جہاں ایسی ہندو آبادی نہیں ہے، جس کو زیر کرنے کے لئے کسی فوجی کارروائی کی ضرورت ہو اور نہ اُس خطہ میں ہندو راجاؤں کی حکومت ہے۔

غزوۂ ہند ہو چکا

تیسرا قابل غور نکتہ یہ ہے کہ یہ مہم انجام پا چکی ہے یا مستقبل میں انجام پانے والی ہے؟ تو بظاہر اس سے وہی فوج کشی مراد ہے، جو سنہ ۹۰ھ مطابق ۷۱۲ء میں محمد بن قاسم نے کی تھی؛ کیوں کہ یہی عربوں کی پہلی فوج کشی تھی اور اس طرح کی پیشین گوئی میں پہلی فوج کشی ہی مراد ہوتی ہے، مسلمان اس ملک پر صدیوں حکمراں رہے، اب بھی افغانستان اور پاکستان (جو گذشتہ زمانہ کا ہند تھا) میں مسلم حکومتیں قائم ہیں، موجودہ بھارت کی مشرقی جانب بنگلہ دیش ہے، اور قریب ترین سمندری پڑوسی مالدیپ ہے، یہ سب مسلم ممالک ہیں، خود بھارت میں ۲۰؍کروڑ مسلمان آباد ہیں، جو اس ملک کے چپہ چپہ پر بسے ہوئے ہیں، نیز بھارت میں ہندو راجاؤں کی حکومت نہیں ہے؛ بلکہ ایک سیکولر حکومت ہے، جس میں مسلمان بھی شریک ہیں اور وہ یہاں کے اعلیٰ ترین سیاسی عہدوں پر فائز رہے ہیں؛ لہٰذا یہ دعویٰ کہ غزوۃ الھند ہونے والا ہے اور اس میں مسلمان یا کوئی مسلم ملک موجودہ بھارت پر حملہ کرے گا، جس سے یہ پیشین گوئی پوری ہوگی، ایک بے معنیٰ بات ہے۔

۱۱؍اگست ۲۰۲۰ء کو بنگلور کے ڈی جے ھلّی، پلی کیشی نگر کے کانگریسی ایم ایل اے ’’اکھنڈا سری نواس مورتھی‘‘ کے قریبی رشتہ دار ’’پی نوین‘‘ نے فیس بک پر آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف انتہائی غلاظت پر مبنی پوسٹ کی تھی۔ اس سے قبل بھی اس نے کئی مرتبہ ایک طبقہ کے جذبات بھڑکانے کے لئے غلط میسیج پوسٹ کئے تھے مگر وقت پر اس کے خلاف کوئی کاروائی نہیں ہوئی، جس کے نتیجہ میں پی نوین کی پوسٹ کے خلاف علاقے کے مسلمانوں میں سخت غم وغصہ کا پھیلنا فطری بات ہے، کیونکہ ساری دنیا جانتی ہے کہ مسلمان اپنے نبی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی برداشت نہیں کرسکتا۔ مسلمان ہی نہیں بلکہ کسی بھی مذہب کے لوگ اپنے پیشواؤں کے خلاف اس نوعیت کی پوسٹ برداشت نہیں کرسکتے ہیں۔ اس سے قبل بھی سید البشر اور نبیوں کے سردار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف گستاخانہ کلمات کہے گئے تھے۔ ایسے لوگوں کو جرم کے کٹہرے میں کھڑا کرکے ان کے خلاف کاروائی ہونی چاہئے کیونکہ اس طرح کے واقعات سے ملک میں امن وامان کے بجائے افراتفری، اور عدم تحمل میں اضافہ ہی ہوگا، جس سے ملک میں ترقی کے بجائے عدم استحکام پیدا ہوگا، لوگوں میں نفرت اور عداوت پیدا ہوگی۔

۲۵؍اکتوبر ۲۰۱۸ء کو یوروپی یونین کی عدالت برائے انسانی حقوق نے بھی اپنے تاریخ ساز فیصلہ میں پوری دنیا کو بتایا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی دوسرے نبی کی شان میں

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

توہین آمیز بات کہنا یا لکھنا آزادی رائے نہیں، بلکہ اس سے لوگوں میں نفرت وعداوت پیدا ہوتی ہے اور اس طرح کے واقعات سے دنیا میں امن وامان کے بجائے عدم رواداری اور عدم تحمل میں اضافہ ہی ہوگا۔ تاریخ شاہد ہے کہ برصغیر میں لاکھوں انسانوں کا دین اسلام قبول کرنا صرف اور صرف اُن کا دین اسلام کو پسند کرنے کی وجہ سے تھا، کوئی زور زبردستی اُن کے ساتھ نہیں تھی۔ دین اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ بھی حسن سلوک کرنے کی درخشاں روایات قائم کی ہیں۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ کے سامنے ایک یہودی کا جنازہ گزرا تو آپ ﷺ اس کے احترام میں کھڑے ہوگئے۔ صحابۂ کرام نے پوچھا کہ غیر مسلم کے لیے ایسا احترام کیوں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا وہ انسان نہیں ہے؟ (بخاری) لیکن جس طرح مذہب اسلام میں دیگر مذاہب کے پیشواؤں کی توہین کرنے کی اجازت نہیں ہے، اُسی طرح پوری انسانیت کے نبی حضرت محمد ﷺ کی شان میں گستاخی برداشت نہیں ہے خواہ اُس کا مرتکب مسلم ہو یا غیر مسلم۔ مسلمان اپنے نبی کے احترام کے ساتھ دیگر انبیاء کرام کا مکمل احترام کرتا ہے بلکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں کسی بھی شخص کے کامل مؤمن ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ دیگر انبیاء کرام پر بھی ایمان لائے، جب کہ دیگر آسمانی کتابوں کو ماننے کا دعویٰ کرنے والوں کی مذہبی تعلیمات کے مطابق حضرت محمد ﷺ کو نبی ماننے پر اُن کے مذہب سے ہی نکل جاتا ہے۔

اس سے قبل ہولینڈ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شخصیت سے متعلق کارٹون بنانے کا مقابلہ منعقد کرنا چاہتا تھا لیکن مسلمانوں کے پرامن احتجاج کے بعد اسے اپنے فیصلے سے رجوع کرنا پڑا۔ مذہب اسلام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق اس نوعیت کا کوئی عمل کرنا تو درکنار اس کا ارادہ کرنا بھی غلط ہے، چنانچہ ایک مسلمان یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کو عیسائی حضرات اپنا پیشوا مانتے ہیں یا حضرت موسیٰ علیہ السلام جنہیں یہودی اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہیں، کہ اُن کے متعلق کوئی غلط بات بھی اُن کی طرف منسوب کی جائے چنانچہ عملی طور پر پوری دنیا میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا کہ جس میں کسی مسلمان نے مسیحی یا یہودیوں کے پیشوا کی شان میں گستاخی کی ہو۔ جو واقعات بھی وقتاً فوقتاً پیش آتے ہیں وہ صرف اور صرف آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعلق آتے ہیں، لہٰذا عالمی برادری کو چاہئے کہ توہین رسالت کے مرتکبین کی سزا کے لیے سخت قانون بنائے تاکہ اظہار رائے کے نام پر حضرت محمد ﷺ کی شان میں گستاخی کا سلسلہ بند ہو۔

پوری دنیا کے ارباب علم ودانش کا موقف ہے کہ کسی شخص کی توہین وتحقیر کا رائے کی آزادی سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ تقریباً ہر ملک میں شہریوں کو یہ حق حاصل ہے کہ کہ وہ اپنی ہتک عزت کی صورت میں عدالت سے رجوع کریں اور ہتک عزت کرنے والوں کو قانون کے مطابق سزا دلوائیں۔ سوال یہ ہے کہ کسی شخص کی ہتک عزت کرنے والے کو قانوناً مجرم تسلیم کیا جاتا ہے، تو مذاہب کے پیشواؤں اور خاص طور پر انبیاء کرام کے لئے یہ حق کیوں تسلیم نہیں کیا جارہا ہے۔ اور مذہبی رہنماؤں کی توہین وتحقیر کو رائے کی آزادی کہہ کر جرائم کی فہرست سے نکال کر حقوق کی فہرست میں کیسے شامل کیا جارہا ہے؟ یہ آزادی رائے نہیں بلکہ اسلام مخالف تنظیموں اور حکومتوں کی انتہا پسندی اور فکری دہشت گردی ہے، اسلام نے ہمیشہ دنیا میں امن وسلامتی قائم کرنے کی ہی دعوت دی ہے۔

پوری امت مسلمہ متفق ہے اور دیگر مذاہب بھی اس کی تائید کرتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام کی توہین وتحقیر سنگین ترین جرم ہے۔ اس لئے کہ اس میں مذہبی پیشواؤں کی توہین کے ساتھ ساتھ ان کے کروڑوں پیروکاروں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے اور امن عامہ کو خطرے میں ڈالنے کے جرائم بھی شامل

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ہوجاتے ہیں، جس سے اس جرم کی سنگینی میں بے پناہ اضافہ ہوجاتا ہے۔ قرآن وسنت اور دیگر مذاہب میں اس کی سزا موت ہی بیان کی گئی ہے کیونکہ اس سے کم سزا میں نہ حضرات انبیاء کرام کے احترام کے تقاضے پورے ہوتے ہیں اور نہ ہی ان کے کروڑوں پیروکاروں کے مذہبی جذبات کی جائز حد تک تسکین ہو پاتی ہے۔ ہاں یہ بات مسلم ہے کہ موت کی سزا دینے کا اختیار صرف حکومت وقت کو ہی حاصل ہے کیونکہ عام آدمی کے قانون کو ہاتھ میں لینے سے معاشرہ میں لاقانونیت اور افراتفری کو ہی فروغ ملے گا۔ لہٰذا حکومت وقت کی ذمہ داری ہے کہ توہین وتحقیر کے عمل کو سنگین جرم قرار دے کر مجرموں کے خلاف ضروری کاروائی کرے۔

پوری انسانیت کو یہ بھی اچھی طرح معلوم ہونا چاہئے کہ ہر مسلمان کے دل میں حضور اکرم ﷺ کی محبت دنیا کی ہر چیز سے زیادہ ہے کیونکہ شریعت اسلامیہ کی تعلیمات کے مطابق ہر مسلمان کا حضور اکرم ﷺ اور آپ کی سنتوں سے محبت کرنا لازم اور ضروری ہے۔ نیز حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں ایسے اوصاف حمیدہ بیک وقت موجود تھے جو آج تک نہ کسی انسان کی زندگی میں موجود رہے ہیں اور نہ ہی ان اوصاف حمیدہ سے متصف کوئی شخص اس دنیا میں آئے گا۔ آپ کی چند صفات یہ ہیں: عجز وانکساری، عفو ودرگزر، ہمسایوں کا خیال، لوگوں کی خدمت، بچوں پر شفقت، خواتین کا احترام، جانوروں پر رحم، عدل وانصاف، غلام اور یتیم کا خیال، شجاعت وبہادری، استقامت، زہد وقناعت، صفائی معاملات، سلام میں پہل، سخاوت وفیاضی اور مہمان نوازی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک (کامل) مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کو اپنے بچوں، اپنے ماں باپ اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم) ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں، سوائے میری اپنی جان کے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: نہیں، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے (ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا) جب تک میں تمہیں تمہاری اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ ہوجاؤں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: واللہ! اب آپ مجھے میری اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عمر! اب بات ہوئی (صحیح بخاری)

دنیا کی موجودہ صورت حال کو سامنے رکھ کر میں تمام مسلمانوں سے یہی درخواست کرتا ہوں کہ اپنے جذبات کو قابو میں رکھ کر حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات کو اپنی عملی زندگی میں لائیں اور آپ ﷺ کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانے میں اپنی صلاحتیں لگائیں۔ نبی بنائے جانے سے لے کر وفات تک آپ ﷺ کو بے شمار تکلیفیں دی گئیں۔ آپ ﷺ کے اوپر اونٹنی کی اوجھڑی ڈالی گئی آپ ﷺ کے اوپر گھر کا کوڑا ڈالا گیا۔ آپ ﷺ کو کاہن، جادوگر اور مجنوں کہہ کر مذاق اڑایا گیا۔ آپ ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق دی گئی، آپ ﷺ کا تین سال تک بائیکاٹ کیا گیا۔ آپ ﷺ پر پتھر برسائے گئے۔ آپ ﷺ کو اپنا شہر چھوڑنا پڑا۔ آپ ﷺ غزوۂ احد کے موقع پر زخمی کئے گئے۔ آپ ﷺ کو زہر دے کر مارنے کی کوشش کی گئی۔ آپ ﷺ کے اوپر پتھر کی چٹان گرا کر مارنے کی کوشش کی گئی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سوا آپ ﷺ کی ساری اولاد کی آپ ﷺ کے سامنے وفات ہوئی۔ غرضیکہ سیدالانبیاء وسیدالبشر کو مختلف طریقوں سے ستایا گیا، مگر آپ ﷺ نے کبھی صبر کا دامن نہیں چھوڑا، آپ ﷺ رسالت کی اہم ذمہ داری کو استقامت کے ساتھ بحسن وخوبی انجام دیتے رہے۔ ہمیں ان واقعات سے یہ سبق لینا چاہئے کہ گھریلو یا ملکی یا عالمی سطح پر جیسے بھی حالات ہمارے اوپر آئیں، ہم ان پر صبر کریں اور اپنے نبی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اللہ سے اپنا تعلق مضبوط کریں۔

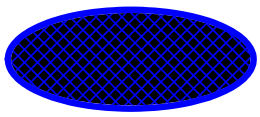

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اخلاقِ حمیدہ کی تلوار

جو دِلوں کو فتح کرلے وہی فاتحِ زمانہ

پروفیسر محسن عثمانی ندوی

اسلام میں اخلاق حمیدہ کی بڑی اہمیت ہے، اسلام کا ایک باز وعبادت ہے اور دوسرا باز واخلاق ہے، عبادت کے انجام دینے سے اللہ کے حقوق کی ادائیگی ہوتی ہے، اور اخلاق سے بندگان خدا کے حقوق کی ادائیگی ہوتی ہے۔ ایک انسان اگر صرف اللہ کا حق ادا کرے اور بندگان خدا کا حق نہ ادا کرے اس سے دین مکمل نہیں ہوتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا **انما بعثت لأتمم مکارم الأخلاق** (یعنی میں تو اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاق حسنہ کی تکمیل کروں)۔

اخلاق کا تعلق بندگان خدا سے ہے، اگر کوئی شخص عبادت گزار بن جائے لیکن اللہ کی مخلوق کے ساتھ بد اخلاقی سے پیش آئے ایسا دین اللہ کے یہاں قابل قبول نہیں ہوگا۔

نجاشی کے دربار میں ہجرت حبشہ کے موقع پر حضرت جعفر طیار نے گفتگو کرتے ہوئے دین اسلام کا جو تعارف پیش کیا وہ بہت اہم ہے، انھوں نے کہا کہ:

''اے بادشاہ! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے، بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، ہم سایوں کو ستاتے تھے، بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا، اس اثنا میں ایک شخص ہم میں پیدا ہوا، اس نے ہم کو سکھایا کہ ہم بتوں کی پوجا کرنا چھوڑ دیں، سچ بولیں، خون ریزی سے باز آئیں، یتیموں کا مال نہ کھائیں، ہم سایوں کو آرام دیں، عفیف عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں۔''

حضرت جعفر طیار کی اس تقریر میں اسلام کا تعارف آگیا ہے یعنی اسلام صرف ایمان اور عقیدہ کا نام نہیں ہے بلکہ اخلاقیات کا بھی نام ہے، اور اس سے مکی زندگی میں اہل اسلام کی سرگرمی اور کارگزاری پر بھی روشنی پڑتی ہے، اس اقتباس کی اہمیت یہ ہے کہ در حقیقت یہ ایک آئینہ ہے، اور اس آئینے میں جو مکی زندگی کا عکس نظر آتا ہے اس کے ذریعے سے ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ جہاں مسلمان اقلیت میں ہوں اور غیر مسلم اکثریت کے درمیان زندگی گزار رہے ہوں وہاں ان کے لیے کاموں کی ترجیحات کیا ہوں گی اور انہیں دوسروں کے مقابلے میں اخلاق حمیدہ سے کس درجہ آراستہ ہونا چاہیے۔

قرآن مجید میں جابہ جا پیغمبرانہ مشن کا تذکرہ ہے، **ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ** (الجمعہ ۲) یعنی یہ پیغمبر سب کو پاک صاف کرتا اور ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں سمجھاتا ہے۔ یعنی پیغمبرانہ کاموں میں تزکیہ نفس اور تربیت اخلاق بھی ہے اور اللہ کی کتاب کے معانی کو سمجھانا بھی ہے اور حکمت کی باتیں بتانا بھی ہے۔ اور حکمت سے مراد وہ نور عرفان ہے جو اللہ کی طرف سے پیغمبر کو ودیعت کیا جاتا ہے، اور حکمت کے مفہوم میں اخلاقی تعلیمات بھی داخل ہیں جن کو پھیلانے اور مزاج میں راسخ کرنے کا پیغمبر بیڑا اٹھاتے ہیں، اور اس کو اپنا مشن بناتے ہیں، اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے، جس کام اور جس مشن کے لیے پیغمبر کی بعثت ہوتی ہے، اس کی اہمیت کس قدر زیادہ ہوگی اس کا اندازہ آسانی سے لگایا جاسکتا ہے، اسی لیے جس طرح عبادت، نماز روزہ وغیرہ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کی اہمیت پر ایقان ہے، اسی طرح سے اخلاقی تعلیمات کی بھی کلیدی اہمیت ہے، اس کو محض آرائش کی چیز نہیں سمجھنا چاہیے، یعنی کار پیغمبرانہ دو چیزوں پر مشتمل ہے ایک عبادت اور دوسرے اخلاق، ایک خالق کا حق دوسرے مخلوق کا حق۔ ایک اعتبار سے اخلاق کی اہمیت عبادت سے بھی زیادہ ہے، اگر عبادت میں کوئی کوتاہی ہوگی تو اللہ اس کو معاف کرسکتا ہے، لیکن بندوں کے حق کی ادائیگی میں کوتاہی ہوئی تو اللہ اس وقت تک معاف نہیں کرے گا جب تک کہ بندہ معاف نہیں کرے گا۔

اخلاق حمیدہ سے متصف ہونا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے، اخلاق حمیدہ کی اہمیت اس سے بھی واضح ہوتی ہے کہ عبادات کے مقاصد جلیلہ میں ایک اہم مقصد اخلاق حمیدہ سے متصف ہونا بتایا گیا ہے، مثال کے طور پر نماز کے بارے میں آتا ہے کہ وہ فحش کام سے اور منکر سے روکتی ہے ''ان الصلاۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر''۔ روزہ رکھنے کا فائدہ یہ بتایا گیا ہے کہ تقوی کی صفت پیدا ہو، ''یا ایھا الذین أمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون''۔ یعنی اے ایمان والو روزہ تم پر فرض کیا گیا ہے، جیسا کہ تم سے پہلے والوں پر فرض کیا گیا تھا، تاکہ تمہارے اندر تقویٰ کا وصف پیدا ہو۔ اگر عبادت سے حسن اخلاق کا وصف پیدا نہیں ہوتا ہے تو وہ عبادت اس درخت کے مانند ہے جس میں پھل نہیں لگتے، اور اس پودے کے مانند ہے جس کے پھولوں میں نہ کوئی دلکشی ہو نہ خوشبو، حضور ﷺ کا ارشاد ہے جس کی نماز اس کو برائیوں سے نہ روکے تو ایسی نماز خدا سے دور کردیتی ہے۔

فضائل اخلاق کی اہمیت کو مختصر طور پر ہم اس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ ایمان کی تکمیل اخلاق کے بغیر نہیں ہوتی ہے، ایمان کی سجاوٹ، ایمان کا نکھار، ایمان کی بہار، سب کچھ حسن اخلاق کے ذریعے ممکن ہے۔ ایک حدیث ہے جو ترمذی اور ابوداؤد میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''أکمل المؤمنین ایماناً احسنھم اخلاقاً'' (یعنی مسلمانوں میں کامل ایمان اس کا ہے جس کا اخلاق سب سے بہتر ہے)۔ اخلاق روح دین ہے، اور جان ایمان ہے، اور اس کا ثبوت یہ حدیث ہے جو ابوداؤد میں موجود ہے، ''ان الرجل لیدرک عن خلقه درجة قائم اللیل وصائم النھار'' (یعنی انسان حسن اخلاق سے وہ درجہ پاسکتا ہے جو رات بھر عبادت کرنے اور دن بھر روزہ رکھنے سے حاصل ہوتا ہے) اور نبی کی بعثت کا مقصد ہی یہ ہے کہ آپ نے فرمایا تھا مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا تھا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ آپ اکثر یہ دعا بھی مانگتے تھے ''واھدنی لأحسن الأخلاق، لا یھدی لأحسنھا الا أنت واصرف عنی سیئاتھا ولا یصرف عنی سیئاتھا الا أنت''۔ اے میرے خدا تو مجھ کو بہتر سے بہتر اخلاق کی رہنمائی کر کہ تیرے سوا کوئی بہتر سے بہتر اخلاق کی رہنمائی نہیں کرسکتا، اور تو میرے برے اخلاق کو مجھ سے پھیر دے، اور اس کو نہیں پھیر سکتا مگر تو۔

اخلاق کے موضوع کو سامنے رکھ کر قرآن مجید کی تلاوت کریں تو قدم قدم پر خیابان اخلاق کی بہار کے جھونکے روح کو چھوتے ہوئے محسوس کریں گے، جیسے یہ آیت ''یطعمون الطعام علی حبه مسکیناً ویتیماً وأسیراً'' (الدھر ۸) یعنی کھانے کی خود ضرورت ہوتے ہوئے وہ مسکین کو اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلا دیتے ہیں، اسی طرح سے ایک اور آیت یہ ہے ''اعدت للمتقین الذین ینفقون فی السراء والضراء والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین'' (آل عمران: ۱۳۳) یعنی جنت ان پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے جو خوشی اور تکلیف دونوں حالتوں میں خدا کی راہ میں کچھ خرچ کرتے ہیں، اور غصے کو دباتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں، اور خدا اچھے کام کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں قدم قدم پر اچھے اخلاق کی تائید اور تاکید کرنے والی آیات ملیں گی۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اخلاق فاضلہ انسانی معاشرہ کی سب سے بنیادی ضرورت ہے، ایمانیات اور عبادات کے بعد معاشرے کی سب سے اہم ضرورت اچھے اخلاق وعادات کا حامل ہونا ہے، چنانچہ بہت سے علماء کرام نے مکارم اخلاق اور تزکیہ نفس اور تربیت پر بہت زیادہ توجہ کی ہے، اور ہماری تاریخ میں امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت ان دونوں کتابوں کا موضوع یہی ہے، انبیاء کرام نے اپنے اپنے زمانے میں اپنے صحابہ کی اخلاقی تربیت کی تھی، اوران کو کندن بنادیا تھا، اور آخری پیغمبر حضور اکرم ﷺ نے یہ کام بہت بڑے پیمانے پر انجام دیا، یہاں تک کہ لوگوں نے صحابہ کرام کے اخلاق حمیدہ کو دیکھ کر بہت بڑی تعداد میں اسلام قبول کیا، ان میں سے ہر ایک خدمت خلق پر آمادہ تھا، خدمت خلق اور خدمت انسانیت، شرافت اور انسانیت کا زیور ہے، اور چونکہ ہر مسلمان اس زیور سے آراستہ تھا اس کو دیکھ کر مشرکین مکہ اسلام کی طرف کشش محسوس کرتے تھے۔

دنیا کی تاریخ میں اہل علم اور دانشوروں نے علم الأ خلاق پر ہمیشہ توجہ مبذول کی ہے، سقراط نے سب سے پہلے اخلاق و عادات کی تربیت کو اپنی تصنیف کا موضوع بنایا تھا، افلاطون نے بھی حسن اخلاق پر بہت زور دیا تھا، ارسطو اپنے شاگردوں کو چلتے پھرتے اخلاق کی تعلیم دیا کرتا تھا، اور چونکہ یہ چلتی پھرتی درسگاہ تھی اس لیے ارسطو کی تقلید کرنے والی جماعت کو مشائین کی جماعت کہا جاتا ہے، ارسطو کا کہنا تھا کہ انسان جس اہم مقصد اور نعمت عظمی کو حاصل کرنا چاہتا ہے اس کا نام سعادت ہے، گویا سعادت انسان کے معاملات اور اخلاق کی معراج ہے، شاید اسی لیے امام غزالی نے اپنی کتاب کا نام کیمیائے سعادت رکھا تھا۔

اخلاق فاضلہ کمالات انسانی کی بلند ترین سطح ہے، لیکن اخلاق فاضلہ کا ارفع معیار یوں ہی نہیں حاصل ہوتا ہے اس کے لیے ریاضت، نفس کشی اور عقل سلیم کے استعمال کی ضرورت پیش آتی ہے، اور اپنی خواہشات پر کنٹرول کرنا پڑتا ہے، اخلاق کی بلندیوں تک پہنچنے کے لیے ضبط نفس کے ساتھ ساتھ حکمت ودانائی اور کبھی ہمت وشجاعت کی ضرورت پیش آتی ہے کیوں کہ کبھی ایسا موقع آتا ہے کہ مقام اخلاق تک پہنچنے کے لیے جرأت درکار ہوتی ہے، کبھی ماحول کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے، اور کبھی بداخلاقی کی نمائندہ بااقتدار شخصیتوں سے لڑائی مول لینی پڑتی ہے، اس سے یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ اخلاق کے معیار مطلوب تک پہنچنا بہت آسان نہیں ہے، لیکن اگر انسان گناہوں سے بچتا رہے اور اللہ سے توفیق مانگتا رہے اور عدل وانصاف کی ڈگر پر چلنے کا مصمم عزم کرلے، اور حسن وجمال اور مال ومنال کوئی چیز اس کو راستے سے ہٹا نہ سکے، تو اخلاق کی بلند ترین چوٹی تک پہنچنا آسان ہوجاتا ہے۔

حسن اخلاق رہ گزار حیات کے سب سے خوبصورت پھول ہیں، ان میں رنگ ہے، خوشبو ہے اور یہ اللہ کے مقرب بندوں کی صحبت میں رہنے سے کھلتے ہیں، ان پھولوں میں بہت دل کشی اور دل آویزی ہوتی ہے، ہمارے ملک میں اس کی اہمیت یہ ہے کہ اب مسلمان اخلاق کی تلوار سے اور خدمت خلق کے ذریعہ سے ہی دلوں کو فتح کرسکتے ہیں اس کے سوا ان کے لئے اور کوئی راستہ نہیں ہے، جس طرح ہر مشکل فن، تعلیم اور تربیت سے حاصل ہوتا ہے اخلاق فاضلہ اور خصال حمیدہ کا حصول بھی پوری محنت اور توجہ کا طلب گار ہے، اس میں بھی کسی کو رہنما اور رہبر بنانا پڑتا ہے۔ علامہ اقبال نے مرد مومن کی جو تصویر اپنے شعر میں کھینچی ہے یہ دراصل ایک بااخلاق مرد مسلمان کی تصویر ہے اور وہ کسی کی تربیت میں رہنے سے بنتی ہے۔

اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دل فریب، اس کی نگہ دل نواز
نرم دم گفتگو ، گرم دم جستجو
رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل وپاک باز

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

نسیم ہدایت کے جھونکے

آمنہ بہن سے ایک ملاقات

انٹرویو: ثنا حذیفہ

ثنا حذیفہ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آمنہ بھن: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

س: میرا نام ثنا ہے بہن، ماموں نے بتایا کہ آپ نے حال ہی میں اسلام قبول کیا ہے، اور مجھے آپ کا انٹرویو لینا ہے، بتایئے بہن کہ آپ کا پہلے کا نام کیا تھا، اور اب آپ کا کیا نام ہے؟

ج: ثنا بہن مجھے خوشی ہورہی ہے کہ آپ میرا انٹرویو لے رہی ہیں، میں ایک کشمیری پنڈت فیملی سے تعلق رکھتی تھی، شرما فیملی سے سے۔سیفٹی ریزن کی وجہ سے میں اپنا نام نہیں بتا سکتی۔لیکن الحمدللہ اب میرا نام آمنہ ہے۔

س: ماشا اللہ بہت پیارا نام ہے آمنہ بہن، آپ کہاں کی رہنے والی ہیں، اور آپ کی فیملی میں کون کون ہے۔

ج: میری فیملی میں میرے باپ ہیں اور ماں ہے اور میں اکلوتی ہوں، کوئی بہن بھائی نہیں ہے، ہم کشمیری مہاجرین ہیں، میرے ممی پاپا گورنمنٹ سروس میں ہیں۔میں خود ایک سافٹ ویر انجینئر ہوں اور الگ الگ کمپنیز میں کام کرچکی ہوں گوگل وغیرہ میں، میں اب دہلی میں رہتی ہوں، اور ہمارے ماں باپ جموں میں رہتے ہیں۔

س: اسلام میں آئے ہوئے آپ کو کتنا وقت ہوگیا ہے اور اسلام کی طرف آنے کا رجحان کیسے ہوا، ہمیں ذرا تفصیل بتائیں؟

ج: الحمد للہ اسلام میں نے ۲۰۰۶ء میں قبول کیا تھا، اور اسلام کی طرف آنے کی میری وجہ یہ تھی کہ میں پہلے سے ہی کافی مذہبی تھی، اور شیو ازم میں اسٹڈی کررہی تھی، اور پھر کمپریٹو ریلیجین کی اسٹڈی شروع کی، میں لوگوں سے ڈسکشن کرتی تھی، کیونکہ میرے من میں ایک سوال تھا کہ آخر مجھے بنانے والا کون ہے؟ کس نے یہ دنیا بنائی؟ زیادہ تر تو یہی کہوں گی کہ یہ ایک تجسس تھا جس نے مجھے اسلام میں آنے پر مجبور کیا اور اس کو اپنانے کا ذریعہ بنتا چلا گیا اور پھر اللہ کو مجھے ہدایت دینی تھی، اس لئے ۲۰۰۶ء میں، میں اسلام میں مکمل طور سے آگئی۔

س: آپ کے اسلام میں آجانے کے بعد آپ کی فیملی کا کیا ری ایکشن تھا، کیا ان کو بھی آپ نے اسلام کی دعوت دینے کی کوشش کی؟

ج: جی میں نے اسلام قبول کرنے کے بعد یہی چاہا کہ ایمان کی لذت میں اپنے ماں باپ کو بتا سکوں، اس لئے میں انڈائریکٹ لی کئی سال تک ان کو اسلام کے بارے میں معلومات دیتی رہی، اور ان کو اکسپلین کرکے اسلام کے بارے میں بتاتی رہی، اور ایک جیسی باتیں جو دونوں دھرم میں مشترک ہیں، ویدوں کے حوالے سے بتاتی رہی، کہ یہی سب قرآن پاک میں موجود ہے اور بھی مختلف مذاہب کی سیمیلریٹیز (ملتی جلتی چیزیں) اسلام کے ساتھ بتانے کی کوشش کی، اور سائنٹیفک لی بھی بتانے کی کوشش کی، لیکن صاف طور سے میں نے ان کو ظاہر کیا کہ میں اسلام قبول کرچکی ہوں، اسلام کا اظہار تو میں نے کافی سال بعد کیا، شاید ۲۰۱۰ء میں، اس سے پہلے ۲۰۰۶ء سے ۲۰۱۰ء تک میں اپنی کوشش میں لگی رہی کہ انہیں بھی اسلام کی طرف راغب کرسکوں، مگر ناکام رہی، اس کے بعد میں نے ۲۰۱۰ء میں جب اپنے قبول اسلام کرنے کے بارے میں بتادیا، تو میں اور کھلے طور سے ان کو اسلام کی دعوت دینے لگی تھی، حالانکہ اپنے اظہار کے بعد مجھے اپنے ہی گھر میں کافی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا۔لیکن شاید ہدایت ان کے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

دل میں اتری نہیں تھی،اس لئے انہوں نے اسے قبول نہیں کیا،اس کے بعد میں نے دعوتی فیلڈ کے ماہرین کو بھی اپنے گھر بھیجا،بہترین داعیوں کی ایک ٹیم میرے گھر گئی،لیکن میرے ماں باپ نے اکسیپٹ نہیں کیا،اوراس کی بڑی وجہ معاشرہ کا دباؤ تھا،کیونکہ میرے ماں باپ جانی مانی ہستی ہیں اور پولٹیکل لوگوں سے بھی تعلقات ہیں،پھر دوسرا سبب یہ تھا کہ انہوں نے کشمیر میں پنڈتوں کے ساتھ جو کچھ سالوں پہلے ہوا تھا،اس کو بہت دل سے لگائے بیٹھے ہیں۔اوراس کے لئے مسلمانوں کو مجرم سمجھتے ہیں،اور اسلام سے اس لئے کنارہ رکھتے ہیں ۔ اوروہ مجھ سے بھی یہی چاہتے تھے کہ میں ان سب چیزوں سے دور رہوں،اپنے پولیٹکل اورسوشل دباؤ کی وجہ سے۔

س:مذہب اسلام میں آنے سے پہلے اورآنے کے بعد کی زندگی کہ کیا بدلاؤ آپ میں آئے؟

ج: اسلام میں آنے سے پہلے میں کافی کھلے خیالات کی مالک تھی۔دوردرشن،تھیٹراور کافی ڈوکومنٹریز میں،میں نے کام کیا ہے،اور بہت سارا کام ٹی وی اورتھیٹر میں کیا ہے،اسی طرح کا میرا پہناوا بھی ہوا کرتا تھا،میں ایک خودغرض قسم کی شخصیت تھی ،کہ صرف اپنے بارے میں سوچتی تھی،اپنی زندگی،اپنے گولس اس سے کبھی باہرنہیں دیکھا،تو بس اپنی فیملی میں ہی الجھی ہوئی تھی،لیکن اسلام میری زندگی کا سب سے بڑا ٹرانس فورمیشن تھا۔پھر اللہ نے مجھے ایسا بنا دیا کہ میں چھوٹی چھوٹی باتوں کے بارے میں سوچنے لگی،ان پرغوروفکر کرنے لگی،بڑا فرق یہی ہوا کہ پہلے سوچ بہت چھوٹی تھی اوراب سوچ بہت بڑی ہوگئی ہے،زندگی کو دیکھنے کا نظریہ بدل گیا ہے۔آپ کوکس طرح لوگوں کے ساتھ پیش آنا ہے ،آپ کی روزمرہ کی زندگی میں آپ کا بیہویر(چال چلن) آپ کا صبر،آپ کا ہرچھوٹا بڑا عمل،آپ کی زندگی کا مقصدسب کچھ بدل جاتا ہے۔تو اسلام میرے لئے ایک بڑا سدھاراور بدلاؤ بنا ہے ، الحمدللہ زندگی اب کافی سلجھی ہوئی لگتی ہے،کیونکہ منزل کا پتہ چل گیا ہے۔اللہ نے مجھ پر بہت بہت عنایت کی ہے۔

س:معاشرہ میں اسلام کو لے کر جو غلط فہمیاں ہیں ان کوختم کرنے کے لئے دعوت کا کردار کتنا مؤثر ہوسکتا ہے،کیا دعوت کا کام اس کا علاج ہوسکتا ہے۔آپ کی کیا رائے ہے؟

ج:بالکل دعوت ایک بہت ہی ضروری اوراہم ذریعہ ہے اس مس کنشپسن کو مٹانے کا،لیکن میں سمجھتی ہوں کہ دعوت صرف زبان سے دینے تک محدود نہ رہ جائے بلکہ یہ آپ کی حیات بن جانی چاہئے،آپ کا رویہ،آپ کا اخلاق سب دعوت بن جانا چاہئے،آپ جب تک اپنے اندر،اپنے معاشرہ میں،اپنے گھر میں بڑے بدلاؤ نہیں لائیں گے،تب تک دعوت کا کام صحیح طریقہ سے انجام نہیں دیا جا سکتا۔ایک بات میں شیئر کرنا چاہوں گی، جب آپ اسلام کو پڑھ کراسلام قبول کرتے ہیں اورحضورﷺ کی زندگی اورسیرت پڑھتے ہیں،اوران سے پہلے کے جو نبی ہیں ان کی سیرتیں پڑھتے ہیں،پھرآپ جب مسلمانوں کو دیکھتے ہیں تو آپ کا نظریہ یہ بنا ہوا ہوتا ہے کہ سب چیزیں ان کے یہاں آئیڈیل ملیں گی،آئیڈیل رہنے کا ساتھی،آئیڈیل گھرانا،آئیڈیل رہنے کا ڈھنگ،آئیڈیل پڑوس،ہر ہر بات آئیڈئل جو اسلام بتاتا ہے،یہی ہمارے ذہنوں میں ہوتا ہے جب ہم اسلام قبول کرکے آتے ہیں۔اور جب اصل میں دیکھتے ہیں تو ایسا نہیں ہوتا ہے،یہ سب میں اپنے ذاتی تجربہ سے بتارہی ہوں۔پھرآپ کولگتا ہے کہ ہندو اور مسلم میں کوئی زیادہ فرق نہیں ہے،کیونکہ ان کا بھی یہی رویہ ہوتا ہے،وہی رہنے کا ڈھنگ ہوتا ہے،وہ سب کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا جو ہم نے پڑھا ہوا ہوتا ہے قرآن میں سیرت میں،تو مجھے لگتا ہے کہ دعوت جتنی غیرمسلمانوں کو دینی ضروری ہے اتنی ہی ضروری مسلم سوسائٹی میں بھی ہے۔

کیا ہم سب دعوت کی اہمیت سے واقف ہیں،اورنومسلم کے ساتھ سلوک کیسے کرنا چاہئے،کیا ہم واقعی تیار ہوتے ہیں دعوت دے کراپنے خونی رشتے کےنومسلم کواپنانے کے لئے؟ کیا

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ہماری ذہنیت ان کو اپنا بنانے کے لائق بنی ہوئی ہے؟ کیا ہم تیار ہوتے ہیں ان کی زندگی میں آنے والی مشکلات کا سامنا کرنے کے لئے، کیا ہم قدم بہ قدم ان کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہوتے ہیں؟ اگر نہیں تو ہمیں چاہیئے کہ ہم خود کو بھی تیار کریں ان کا خیر مقدم کرنے کے لئے، ہم اپنا معاشرہ ایسا بنائیں جو اللہ اور اس کے نبی ﷺ نے بتایا ہے۔ تبھی انشاء اللہ ہم مکمل طور سے خود کو دعوت کے کام سے جوڑ سکتے ہیں۔

س: امتحانات یا مشکلات دے کر اللہ ہمارے ایمان کی قوت دیکھتا ہے، اور ہمارا صبر آزماتا ہے۔ تو آپ کے اسلام میں آنے کے بعد کیا حالات پیش آئے؟

ج: اسلام قبول کرنے کے بعد بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، کیونکہ وقت بہت ہو گیا ہے، ۲۰۰۶ء سے اب ۲۰۲۰ء ہو گیا ہے، بہت کچھ مشکلات کا سامنا کیا، بہت ساری چیزوں کا تجربہ ہوا کئی بار مار بھی پڑی، بہت کچھ سننا بھی پڑا، تنہائی کا شکار بھی ہونا پڑا، کیونکہ ایسے وقت میں جب آپ اپنی فیملی کے مخالف زندگی گزار رہی ہوں ظاہری بات ہے، تنہائی تو لازمی طور پر محسوس ہوتی ہے اور یہ انسان کو کاٹ کر رکھ دیتی ہے، آپ جب اس لیول پر آ گئی ہیں جہاں اپنے ہی گھر والوں کے ساتھ کمپرومائز نہیں کرنا چاہتی ہیں، نہ ہی گھر والے آپ کے ساتھ کمپرومائز کرنے کے لئے تیار ہیں تو آپ کے اور ان کے درمیان ایک فاصلہ پیدا ہو جاتا ہے، جو بہت مشکل مرحلہ ہوتا ہے، اور شاید یہ مرحلہ ہر اسلام قبول کرنے والے کے ساتھ پیش آتا ہوگا، تو مجھے بھی بہت ساری چیزوں کا سامنا کرنا پڑا، فائننشلی، اموشنلی، مورلی ہر طریقہ سے ہم کو گذرنا پڑا، کیونکہ اپنی زندگی کو بالکل بدل کر جینا پڑتا تھا، میں ایک انجینئر ہوں، اور جاب کرتی تھی، جب حجاب پردہ وغیرہ اچانک شروع کر دیا تو لوگ کافی باتیں پوچھتے تھے۔

چونکہ آپ ایک ہندو نام سے ہیں، اس لئے اسلام قبول کرتے ہی آپ کو پروفیشنلی بہت ساری چیزوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، لوگ آپ کے خلاف ہو جاتے ہیں، لوگ اب آپ کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا پسند نہیں کرتے، وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہندو ہو کر ایسے کر رہی ہے، تو آپ بہت ساری چیزوں کو اور اپنے دوستوں کو کھو دیتے ہیں، اور پچھلے لوگ ایک طرح سے آپ سے کٹ جاتے ہیں، جن کے ساتھ آپ بچپن سے کھیلے کودے، اٹھے بیٹھے، وہ آپ کے اس نئے پہناوے سے، آپ کی آئیڈیالوجی سے، آپ کے نئے بدلاؤ سے دور ہونے لگتے ہیں، تو کہیں نہ کہیں اکیلا پن آپ کے اندر آنے لگتا ہے، اور وہ آپ کو اندر سے مارنے لگتا ہے۔ لیکن اللہ مشکلات دیتا ہے تو ان سے نکلنے کی طاقت بھی دیتا ہے، یہ بہت لمبا سفر ہے، لیکن جب آج میں پیچھے مڑ کر دیکھتی ہوں تو شکر کرتی ہوں کہ اللہ نے مجھے ہر آزمائش میں ڈال کر نکالا بھی ہے، الحمدللہ اور اب میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ اللہ نے مجھے وہ ہر چیز ہر نعمت دی ہے جس کی میں نے حسرت کی تھی، اللہ نے مجھے اپنی نعمتوں اور رحمتوں سے ڈھانپ دیا ہے، میں اس کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ اس نے مجھے ایمان کی دولت سے نوازا، باقی چیزیں تو فانی ہے۔

س: دعوت کے کام سے آپ کتنی لگی ہوئی ہیں؟ کیا تمنا رکھتی ہیں، دعوت کے متعلق، کچھ اس بارے میں روشنی ڈالئے؟

ج: دعوت کے کام سے میں 2006ء سے جڑی ہوئی ہوں کیونکہ مجھے لگتا تھا کہ جو چیز میرے پاس آئی ہے، میں اسے اپنے تک محدود نہ رکھوں، تو میرے جتنے بھی رشتہ دار تھے، دوست تھے، میرے ماں باپ تھے، میرے پڑوسی تھے، ان تک میں نے اپنے لیول پر دعوت پہنچانے کی کوشش کی، چھوٹی موٹی باتیں، خصوصا مورتی پوجا، اور شرک سے بچنے کے لئے جو کچھ میرے پاس اس وقت تک علم تھا اسے پہنچایا، زیادہ تر تو دھرم کی ایک جیسی باتوں کو لے کر دعوت دینے کی کوشش کی، میرا کافی سالوں تک دعوت دینے کا طریقہ کار بھی کمپریٹو ریلیجین ہی رہا، 2010 کے بعد میں نے فیلڈ ورک میں جانا شروع کیا، جہاں میں انجان لوگوں کو دعوت دیتی، یا جو لوگ پروفیشنلی مجھ سے رابطہ کرتے تھے، میں ایک

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

سوشل ورکر بھی ہوں، تو اس کے واسطہ سے جو کیس میرے پاس آتے تھے، ان کو بھی دعوت دیتی تھی، اور اس کام میں سب سے زیادہ جو میں لگی ہوں تو پچھلے چھ سال سے، الحمد للہ اللہ نے مجھے اس کام سے جوڑا ہوا ہے، اور دعا کرتی ہوں کہ وہ مجھے عمر بھر ایسے ہی جوڑے رکھے۔ اللہ تعالی ہم سب کو دعوتی شعور عطا فرمائے۔

س: ماشاء اللہ، بہت خوب، آمنہ بہن آپ امت مسلمہ کو اور نومسلموں کو کیا پیغام دینا چاہیں گی؟

ج: میں اپنے سب مسلمان اور نومسلم بہن بھائیوں سے یہی بات کہنا چاہوں گی، کہ جس تک اللہ کا یہ میسیج پہنچے اس کو اپنی جاگیر سمجھ کر خود تک محدود نہ رکھے، اور جتنے لوگوں میں آپ یہ بات پھیلا سکتے ہیں اتنے لوگوں میں پھیلائیں، جیسے آج کل کرونا وائرس چل رہا ہے، ہم لوگوں کو پتہ ہے یہ ایک بیماری ہے اور کس طرح پھیلتی ہے اور اس سے کس طرح بچا جائے، اور اس کی کیا کیا احتیاطیں ہیں۔ تو ہمارے جو بھی عزیز ہیں، دوست ہیں یا وہ لوگ جن کو ہم نہیں جانتے، چاہے وہ لوگ ہندو ہوں مسلمان ہوں، سکھ ہوں، کوئی بھی ہوں تو ہم زیادہ سے زیادہ لوگوں کو یہ بتاتے ہیں کہ ان چیزوں سے بچنا ہے، ان چیزوں سے آپ کو نقصان ہوگا، ان چیزوں کے کرنے سے فائدہ ہوگا، تو جس ہم ایک چھوٹی سی بیماری کرونا وائرس کو لے کر اس کی معلومات پھیلانے کو اپنی ذمہ داری سمجھ رہے ہیں اور ہم اس کے لئے کام کرتے ہیں، اسی طرح یہ تو زندگی اور موت کا سوال ہے، آپ کی یہاں کی زندگی جو کہ فانی اور یہاں کے بعد کی زندگی جو ہمیشہ ہمیش کی زندگی ہے، اس کا سوال ہے تو دعوت کتنی اہم اور ضروری ذمہ داری ہے ہم سب کے لئے، کیونکہ یہ ہم اپنے تک نہیں رکھ سکتے۔ جن لوگوں تک اسلام پہنچا ہے، یا ان کو اللہ اور اس کے رسول کی باتیں پتہ ہیں، تو ان کو چاہئے کہ وہ میدان میں آئیں، اور یہی وقت کا تقاضا بھی ہے، اور آپ چاہے جس شعبہ سے ہوں، جس مقام پر ہوں، آپ کی جتنی بھی استطاعت ہے اس کو دیکھتے ہوئے دعوت کے کام سے لگیں یہی اس وقت کی ضرورت ہے۔

س: آپ ہمیں اپنے بارے میں تھوڑا اور بتائیں؟ اپنی پڑھائی، پروفیشن شادی وغیرہ کے بارے میں؟

ج: میں ایک سافٹ ویر انجینئر ہوں اور میں نے بہت ساری آرگنائیزیشن میں کام کیا ہے، سافٹ ویئر انجینئر کی حیثیت سے اور بزنس ورکر کی حیثیت سے، اور منیجر کی حیثیت سے بہت ساری جگہوں پر نیشنلی اور انٹرنیشنلی کام کیا ہے، اب میں پچھلے کچھ سالوں سے دہلی میں ہوں، میں نے ہر جگہ کام کر کے یہ محسوس کیا ہے کہ اصل میں زندگی گذارنے کے جو ڈھنگ ہیں وہ صرف اسلام سکھاتا ہے، اور میری شادی ابھی پچھلے ہی سال ایک اچھے خاندان میں ہوئی ہے، الحمد للہ، میں بہت خوش اور مطمئن ہوں۔

س: جزاک اللہ، آمنہ بہن آپ نے ہمیں وقت دیا، اور آخر میں آپ موجودہ حالات کے مدنظر کیا پیغام دینا چاہیں گی؟

ج: میں بہت بڑی عالمہ تو نہیں ہوں، میرا یہ پیغام ہے کہ جتنا میں نے اسلام کو پڑھا اور جانا ہے اس سے اتنا تو صاف ہے کہ کوئی مسلمان کے گھر میں پیدا ہو جانے سے مسلمان یا مومن نہیں ہو جاتا، کوئی صرف مسلمان نام رکھ لینے سے مسلمان نہیں ہو جاتا، مسلمان ہونا ایک بہت بڑی عزت بھی ہے اور اس سے بھی زیادہ ایک بہت بڑی ذمہ داری بھی ہے۔ اتنی بڑی کہ اس سے آپ منھ نہیں پھیر سکتے، اگر ہم یہ سوچتے ہیں کہ ہم نے کلمہ پڑھا ہے، اور دین پر ثابت قدم ہیں اور دوسروں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں، کیونکہ وہ ہندو سکھ عیسائی ہیں، اور ان کے پاس ایمان کی دولت نہیں ہے، تو اصل میں بات یہ ہے کہ کمی ہماری ہی ہے، کہ ہمارے پاس جو اسلام کا حق تھا، وہ ہم نے ادا نہیں کیا جو ہمارا فرض تھا وہ ہم نہیں نبھا رہے ہیں، نماز بہت ضروری اور اہم حصہ ہے ہمارے دین کا، ایسے ہی اور دیگر چیزیں ہیں، روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ، جن کو آپ چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے، کیونکہ یہ اسلام کی بنیادی چیزیں ہیں، جیسے ہمیں زندہ رہنے کے لئے کھانا اور پانی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ضروری ہے، اور ہم کھاتے ہیں اور پیتے ہیں، کیا ہم کبھی کبھی اسنیکس نہیں کھاتے، پھل اور میوے نہیں کھاتے، ہم یہ سب کھاتے ہیں کیونکہ اس کی بھی آپ کی صحت کو ضرورت ہوتی ہے، تو جس طرح کھانا ہماری جسمانی ضرورت ہے، اور عبادت روحانی ضرورت، عبادت صرف نماز صدقہ ذکر روزہ نہیں ہے، اس سے آگے چل کر اللہ کا قرب حاصل کرنے والی ایک عبادت دعوت کا کام بھی ہے، جو آپ اپنے نفع اور سامنے والے کے نفع کو سوچ کر کریں، یہ تڑپ آپ کے دل میں ہو کہ آپ اگر جنت میں جائیں گے اور آپ کے پڑوسی نہیں جائیں گے، تو یہ خیال آنا چاہئے کہ یہ اس لئے جنت میں نہیں جائے گا، کہ ہم نے پیغام نہیں پہنچایا اور اس کا وہ حق نہیں دیا جو کہ اس کا حق تھا، ہدایت ملنا یا نہ ملنا یہ بے شک اللہ کے ہاتھ میں ہے، لیکن دعوت دینا ہمارے ہاتھ میں ہے، اور یہ بہت ضروری ہے۔

اور اگر تھوڑی بھی سمجھ ہے تو یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ ہم کس طرف جارہے ہیں، ہم کہاں کھڑے ہیں، قیامت اب بہت دور نہیں ہے، یہ میری ایک دلی گذارش ہے ہر اس شخص سے جو میرا انٹرویو پڑھ رہا ہے کہ دعوت کو اپنی حیات و زندگی کا مقصد بنا لیجئے، روزمرہ میں اس کو شامل کر لیجئے، روزانہ آپ کسی سے بات کریں، رکشہ والا، دودھ والا، سبزی والا، کام والی وغیرہ، کسی کو تو بچانے کی کوشش کیجئے اس ہمیشہ کی جہنم سے۔

دوسری بات یہ کہنا چاہوں گی، کہ ملک کے حالات ایسے ہی نہیں خراب ہوتے جارہے ہیں بلا کوئی وجہ کے، ایک پلان اور ایک ڈائرکشن ہے جو اللہ ہمیں دکھا رہا ہے، اب ہمیں اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے، تو اس کے لئے برائے مہربانی جتنا ہو سکے اپنی تاریخ پڑھیں، اپنی اور دنیا کی تاریخ، اور اس کو قرآن کے حوالہ سے سمجھنے کی کوشش کریں، قرآن کوئی محدود کتاب نہیں ہے کہ آپ نے کوئی ایک تفسیر پڑھ لی اور بس ہو گیا، قرآن آپ سے ہر دن کے لئے ایک نئی بات کہتا ہے، قرآن ایک خزانہ ہے، جسے ہم کو سنبھال کر استعمال کرنا ہے، اور اپنی زندگی میں اس سے فیض یاب ہونا ہے، برائے مہربانی سمجھنے کی کوشش کیجئے کہ قرآن ہم سے کیا کہہ رہا ہے، اور اس کو حالات سے جوڑنے کی کوشش کیجئے، یہ جو حالات چل رہے ہیں کہ لوگ اپنے اپنے گھروں میں بند ہیں، اللہ کی بیشک اس میں کوئی حکمت ہو گی، ورنہ لوگ آتے ہیں جاتے ہیں، اتنا مصروف رہتے ہیں کہ مقصد حیات ہی بھول چکے ہیں، اللہ نے ایک موقع دیا ہے، جس میں ہم پہچانیں سمجھیں، محاسبہ کریں کہ آخر ہم کون سی راہ پر چل پڑے ہیں، اللہ نے ہمیں دنیا سے الگ کر دیا تاکہ ہم اپنا محاسبہ کر سکیں کہ ہمارا مقصد حیات کیا ہے، یہ ہم سمجھ سکیں، صرف کھانا پینا اور کمانا تو مقصد زندگی نہیں ہو سکتا، زندگی کا اس سے بھی بڑا مقصد ہے اور وہ ہے ایک اللہ کی عبادت، اور اس کی اطاعت کرنا، جو لوگ آج گھر میں بیٹھے ہیں ایک بیماری کی وجہ سے، لوگوں کے پاس ٹائم نہیں ہوتا تھا، آتے تھے جاتے تھے، بس کام اور زندگی یہی سمجھتے تھے، تو اللہ نے ان کو ایک موقع دیا ہے، وقت دیا ہے سوچنے اور سمجھنے کے لئے، اپنے بارے میں، کہ تم کون ہو؟ کہاں جانا ہے، اور کیا ہے مقصد ہے زندگی کا؟

آج کے حالات میں ہمیں یہ سب اسکیم بھی سمجھنے کی ضرورت ہے جو شیطان ہمارے لئے لا رہا ہے، ہم کس قدر خطرناک جال میں پھنستے جارہے ہیں، ہمیں خود کو اس کے لئے تیار کرنا ہے، تو اب وقت ہے کہ ہم اپنا ایمان تازہ کریں، اللہ سے توبہ کریں، اپنی اصلاح کریں اور جتنا ہو سکے خود کو دعوتی کام سے جوڑیں اور داعی بن کر نکلیں۔ جو بھی آپ کر سکتے ہیں وہ دعوت کے کام میں کیا کریں، اللہ فرماتا ہے، جو میری مدد کرے گا میں اس کی حفاظت کروں گا تو میری گذارش ہے کہ میرے لئے بھی دعا کریں اور اپنے لئے بھی کیونکہ اب وقت نازک موڑ پر آچکا ہے، اگر اب بھی نہیں جاگے تو انجام کیا ہوگا اللہ ہی جانتا ہے۔

س: السلام علیکم

ج: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

گلوبل سوسائٹی میں دینی تعلیم کی ضروریات

جناب مولانا زاہد الراشدی مدظلہم

تقریباً دس سال قبل جمیکا (نیویارک، امریکہ) کے معروف دینی ادارہ دارالعلوم نیویارک میں چند روزہ قیام کے دوران وہاں کے اساتذہ سے عصر حاضر اور مستقبل کی گلوبل سوسائٹی کی معروضی صورت حال کے حوالہ سے دینی تعلیم کی ضروریات پر گفتگو کا موقع ملا تھا، اسے کچھ حک واضافہ کے ساتھ دوبارہ پیش کیا جا رہا ہے۔

اس وقت کے عمومی حالات کے پیش نظر دینی تعلیم کے معروضی تقاضوں کے حوالے سے جو ضروریات محسوس کی جا رہی ہیں ان کا ایک ہلکا سا خاکہ آپ حضرات کے سامنے پیش کر رہا ہوں، اس خیال سے کہ دینی تعلیم کے نظام سے عملی طور پر وابستہ حضرات ان پر غور فرمائیں اور انہیں اپنی تعلیمی سرگرمیوں میں کسی نہ کسی جگہ ایڈجسٹ کرنے کی عملی صورتیں تلاش کریں، کیونکہ ان ضروریات کو محسوس کرنا اور انہیں پورا کرنے کی عملی شکلیں تلاش کرنا بہرحال ہماری ہی ذمہ داری بنتی ہے۔ ان میں سے بیشتر ضروریات ایسی ہیں جن کی طرف اکابر علماء دیوبندؒ نے بھی اپنے اپنے دور میں اور اپنے اپنے انداز میں توجہ دلائی ہے اور ان ضروریات کی تکمیل کی راہ ہموار کرنے کی ہمیں وقتاً فوقتاً تلقین فرمائی ہے، مثلاً:

(۱) غیر مسلموں تک دین کی دعوت اور اسلام کا تعارف پہنچانے کی ذمہ داری ہم سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔ اور اس میں ان مسلمانوں اور خاص طور پر علماء کرام اور دینی مدارس ومراکز کی ذمہ داری سب سے زیادہ ہے جو غیر مسلم اکثریت کے ممالک میں رہتے ہیں کہ وہ اپنے اردگرد رہنے والے غیر مسلموں کو اسلام سے متعارف کرائیں، جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور تعلیمات کی پہچان کرائیں، اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دیں۔

(۲) حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے اپنی یادداشتوں میں لکھا ہے کہ وہ جس سال دارالعلوم دیوبند میں حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ سے بخاری شریف پڑھ کر دورہ حدیث سے فارغ ہوئے تو حضرت شاہ صاحبؒ نے فارغ التحصیل ہونے والے علماء کرام سے فرمایا کہ دنیا تک اسلام کی دعوت پہنچانے کے لیے انگریزی زبان سیکھنا ضروری ہے، کیونکہ اس کے بغیر باقی دنیا کے ساتھ اسلام کی بات کرنا آج کے زمانے میں مشکل ہے۔

(۳) دینی علوم کے ساتھ عصری علوم کی تعلیم ضروری ہونے کی بات سب سے پہلے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے اس دور میں کی، جب وہ ابھی دارالعلوم دیوبند میں صدارت تدریس کی ذمہ داری کے لیے تشریف نہیں لائے تھے اور سہلٹ (بنگلہ دیش) میں قیام پذیر تھے۔ انہوں نے اس دور میں آسام کے دینی مدارس کے لیے ابتدائی تعلیم سے لے کر دورہ حدیث تک پورے اٹھارہ سال کا تعلیمی نصاب مرتب کیا جو شائع شدہ موجود ہے۔ اور اس میں دینی علوم کے ساتھ ضروری عصری علوم مثلاً سائنس، ریاضی، انگلش، معاشرتی علوم اور ٹیکنالوجی وغیرہ کو نصاب میں شامل کیا گیا ہے۔ مگر حضرت مدنیؒ کے دارالعلوم دیوبند تشریف لے جانے کی وجہ سے آسام میں انہیں اس تجربہ کا موقع نہ مل سکا، البتہ ان کا مرتب کردہ یہ مشترکہ نصاب

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

آج بھی مطبوعہ صورت میں موجود ہے۔

(۴) امت کو عمومی طور پر دین کی طرف واپس لانے کی جدوجہد کا آغاز حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ نے کیا جو آج پوری دنیا میں پھیل رہی ہے۔ دین کے اعمال اور ماحول کی طرف دنیا بھر کے مسلمانوں کی واپسی کی اس جدوجہد میں شرکت اور اسے صحیح سمت آگے بڑھانے کے لیے راہنمائی کا کام بھی علماء کرام اور دینی مدارس کی ذمہ داریوں کے دائرہ سے باہر نہیں ہے، اور ہم سب کو اس ضرورت کا احساس کرنا چاہیے۔

(۵) فقہاء کرام نے دین کی تعلیم کے دو درجے بیان کیے ہیں: فرض عین اور فرض کفایہ۔ فرض کفایہ کے دائرہ میں تو دینی مدارس بہت اہم کردار ادا کر رہے ہیں کہ امت کو علماء کرام، ائمہ، خطباء، مدرسین، حفاظ، قراء، مفتیان کرام اور مبلغین تیار کر کے دے رہے ہیں۔ مگر فرض عین کے دائرہ میں، کہ ہر مسلمان مرد اور عورت دین کی ضروریات سے بہرصورت آگاہ ہو، اس کے لیے ہمارا کوئی منظم اور مربوط کام موجود نہیں ہے۔

(۶) حضرت مولانا سید احمد رضا بجنوریؒ نے ''ملفوظات علامہ انور شاہ کشمیریؒ'' میں ذکر کیا ہے کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے لکھا ہے کہ ماضی کے فقہاء کرام نے صرف دیارِ اسلام کے مسائل لکھے ہیں اور دیارِ کفر کے نہیں لکھے، اس لیے اب ہمیں پریشانی ہوتی ہے۔ شاید وہ سمجھتے ہوں کہ مسلمانوں کو دیارِ کفر میں رہنا ہی نہ پڑے گا۔ اب ضرورت ہے کہ دیارِ کفر کے لیے جو اسلامی احکام ہیں وہ بھی مدون کر دیئے جائیں کیونکہ اسلامی احکام میں بڑا توسع ہے، اس میں جہاں دیارِ اسلام کے لیے احکام ہیں، دیارِ کفر کے لیے بھی ہیں، خاص طور پر فقہ حنفی میں یہ توسع بہت زیادہ ہے۔

(۷) مولانا بجنوریؒ نے اس کے ساتھ حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کا یہ ملفوظ بھی نقل کیا ہے کہ ایسے ہی فقہاء نے صرف قضاء کے مسائل لکھے ہیں اور دیانت کے مسائل سے صرف نظر کر لی ہے، یہ بھی بڑی کوتاہی ہوئی ہے جس پر آج کے فقہاء کرام کو کام کرنا چاہیے۔

(۸) حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی نے ''حیات مفتی اعظمؒ'' میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے نصاب میں قدیم فلسفہ رائج تھا، جدید فلسفہ شامل نصاب نہ تھا، استاذ محترم حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ نے درس حدیث کے دوران کئی طلبہ سے فرمایا کہ پہلے زمانہ میں ہمارے اسلاف نے قدیم فلسفہ پڑھ کر اس کا رَد کیا کہ اس وقت وہی رائج تھا، لیکن آج کل قدیم کی جگہ جدید فلسفہ نے لے لی ہے، اب دنیا میں یہی فلسفہ رائج ہے، اس لیے جدید فلسفہ ضرور پڑھنا چاہیے تاکہ نئے فتنوں کا مقابلہ کیا جا سکے۔

حضرت شاہ صاحبؒ کے اس ارشاد گرامی کی وضاحت میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ ہمارے علم عقائد و کلام کے اکثر مباحث معتزلہ وغیرہ کے ساتھ یونانی فلسفہ کے مسائل کے حوالے سے ہیں، اپنے ماضی کے علمی ورثہ اور اعتقادی نظام کے ساتھ وابستگی کے لیے ان کی تعلیم ضروری ہے، لیکن آج کے دور میں یونانی فلسفہ متروک ہو چکا ہے، اس کی جگہ مغرب کے جدید فلسفہ نے لے لی ہے، جو انسانی حقوق اور آزادی کا فلسفہ کہلاتا ہے، اور آج کے اعتقادی اور فکری مباحث زیادہ تر اسی فلسفہ کے پیدا کردہ ہیں۔ اس لیے مغربی فلسفہ کی تعلیم کو دینی تعلیم کے نصاب میں شامل کرنا بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح یونانی فلسفہ کو شامل کرنا ضروری تھا۔ پرانے دور میں ہمیں معتزلہ کی عقلیات کا سامنا تھا لیکن آج کے دور میں ہمیں سیکولر اور حقوق پرست حلقوں کی عقلیات سے سابقہ درپیش ہے، جس کا مقابلہ کرنے کے لیے سیکولر فلسفہ اور ہیومنیٹی کے جدید نظام کو سمجھنا اور اس پر عبور حاصل کرنا ہماری ذمہ داری ہے، تاکہ اسے اسی کی زبان میں رد کیا جا سکے۔ میری طالب علمانہ رائے میں تفتازانیؒ کی ''شرح العقائد'' کی دوسری جلد لکھ کر اسے نصاب میں شامل کرنا وقت کی اہم ترین

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ضرورت ہے۔

(۹) مغربی فلسفہ کے اسکالرز کی طرف سے اسلامی احکام و تعلیمات پر جو علمی اور فکری اعتراضات پیش کیے جارہے ہیں ان کی طرف سنجیدہ توجہ اور منظّم محنت کی ضرورت ہے، کیونکہ نئی نسل کے فکری ارتداد کا بڑا سبب یہی اشکالات واعتراضات بن رہے ہیں، جب کہ کوئی معقول جواب نہ ملنے کے باعث یہ اعتراضات ان کے ذہنوں میں پختہ ہوتے جارہے ہیں۔

(۱۰) تشکیک کا فتنہ آج کے دور کا سب سے بڑا فتنہ ہے اور نئے تعلیم یافتہ نوجوانوں کی اکثریت اس کا شکار ہے۔ یہ فکری ارتداد ہے جس کے بارے میں حضرت علامہ سید ابوالحسن علی ندویؒ نے ''ردّۃ ولا ابا بکر لھا'' کے عنوان سے کتابچہ لکھ کر اس کی طرف توجہ دلائی تھی۔ یہ فکری ارتداد دن بدن بڑھتا جارہا ہے، اس کی بنیاد علم کی کمی اور معلومات کی وسعت پر ہے۔ معلومات کا دائرہ دن بدن وسیع ہوتا جارہا ہے جبکہ علم کا دائرہ سمٹ رہا ہے۔ اس کا سنجیدگی کے ساتھ جائزہ لینے، اس کے اسباب معلوم کرنے اور نئی نسل کو اس سلسلہ میں علمی وفکری راہنمائی مہیا کرنے کے مربوط نظام کی ضرورت ہے، مگر ہمارے دینی مدارس ومراکز اس پر سنجیدگی کے ساتھ توجہ نہیں دے رہے ہیں۔

(۱۱) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس کی طرف ان الفاظ میں توجہ دلائی ہے کہ ''متکلمین نے جو علم کلام مدوّن کیا ہے اس میں سب کچھ موجود ہے کیونکہ انہی کے مقرر کردہ اصولوں پر سارے شبہات کا جواب بھی دیا جاسکتا ہے اور اسی (قدیم) ذخیرے سے علم کلام جدید کی بھی با آسانی تدوین ہوسکتی ہے۔ میں نے بطور خود ہی بعض شبہات جن کا مجھے علم تھا، جواب لکھ کر ''الاشباھات المفیدہ عن الاشتباھات الجدیدۃ'' کے نام سے شائع کردیا ہے اور اس میں ایسے اصولی موضوع قائم کردیے ہیں جن سے میرے نزدیک اس قسم کے جتنے شبہات بھی ہوں، بسہولت رفع کیے جاسکتے ہیں۔'' (الاضافات ج ۹ ص ۷۰۴) لیکن حضرت تھانویؒ یہ بھی اس کے ساتھ فرماتے ہیں کہ ''اب مجھ میں قوت کہاں، کام کے لوگ موجود مگر کام نہ کریں تو اس کا کیا علاج ہے۔ آرام طلبی سے کام نہیں ہوتا، کام تو کرنے سے ہوتا ہے مجھ سے برا بھلا جیسا ہوسکا دین کی ضروری خدمات کر چکا، اب جو اور کام باقی ہے اس کو اور لوگ کریں، کیا وہ نہیں کرسکتے؟ مجھ سے اچھا کرسکتے ہیں، لیکن اگر خوامخواہ واجد علی شاہ بن جائیں تو اس کا علاج ہی نہیں ہے۔''

(الاضافات ج ۹، ص ۷۰۴)

اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہے کہ حضرت تھانویؒ علم کلام کے قدیم ذخیرے میں ساری باتیں موجود ہونے کے باوجود ''جدید علم کلام'' کی تدوین کی ضرورت محسوس کررہے ہیں اور اس کا انہوں نے آغاز بھی کردیا تھا لیکن ان کا شکوہ ہے کہ کام کو آگے بڑھانے کے لیے جو کچھ ہونا چاہیے وہ نہیں ہو رہا اور جو لوگ کرسکتے ہیں وہ آرام طلبی کا شکار ہیں۔

(۱۲) حضرت تھانویؒ کا ایک اور شکوہ بھی ملاحظہ کرلیجئے، وہ فرماتے ہیں کہ ''یہ میری بہت پرانی رائے ہے اور اب تو رائے دینے سے بھی طبیعت افسردہ ہوگئی ہے، اس لیے کہ کوئی عمل نہیں کرتا۔ وہ یہ ہے کہ تعزیرات ہند کے قوانین اور ڈاکخانہ اور ریلوے کے قواعد بھی مدارس اسلامیہ کے نصاب میں داخل ہونے چاہئیں، یہ بہت پرانی رائے ہے مگر کوئی نہیں مانتا اور نہ سنتا ہے۔''

(الاضافات الیومیۃ ج ۶ ص ۵۳۴)

(۱۳) زبانوں کا مسئلہ بھی عجیب سا ہوگیا ہے کہ انگریزی زبان میں معیاری گفتگو اور تحریر کی بات تو رہی ایک طرف، بعض اداروں کی استثنا کے ساتھ ہمارے بیشتر مدارس میں عربی زبان میں خطابت اور مضمون نویسی کی مشق کا کوئی نظم موجود نہیں ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے اکثر فضلاء عربی زبان میں باہمی گفتگو، کہیں بیان کرنے یا کوئی معیاری مضمون تحریر کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ حتی کہ اردو میں بھی معیاری گفتگو، خطابت اور تحریر کا

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

مطلوبہ مؤثر معیار ہمارے حلقوں میں نہیں پایا جاتا۔ میں اسے ''اضعف الایمان'' کا درجہ قرار دیتا ہوں کہ ہمارا فارغ التحصیل کم از کم اردو میں ہی پڑھے لکھے لوگوں کے حلقے میں سلیقے سے گفتگو کر سکے، یا آج کی صحافتی زبان میں ڈھنگ کا کوئی مضمون لکھ سکے۔ جبکہ آج کے ابلاغ عامہ اور میڈیا کا معیار بہت مختلف ہے۔ اس طرح میڈیا اور صحافت کی زبان، اسلوب، تکنیک، اور معیار تک سرے سے ہماری رسائی نہیں ہے۔

(۱۴) غیر مسلم اکثریت رکھنے والے ممالک میں رہائش پذیر مسلمانوں کے مسائل کے بارے میں احکام وقوانین کی تدوین کی بات حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے حوالے سے سطور بالا میں گزر چکی ہے، جبکہ میری طالب علمانہ رائے میں ایک اور اہم مسئلہ ہماری فوری توجہ کا مستحق ہے کہ جس مسلم معاشرے میں احناف کی اکثریت ہے وہاں کے عمومی احکام و قوانین یقیناً فقہ حنفی کی بنیاد پر طے ہوں گے اور ہو رہے ہیں۔ اسی طرح شوافع، مالکیہ، حنابلہ اور ظواہر کی اکثریت رکھنے والے ممالک میں انہی فقہوں کو تفوق حاصل ہے، لیکن دنیا کے بہت سے علاقوں میں مشترک سوسائٹیاں وجود میں آ رہی ہیں، بالخصوص مغربی ممالک میں اکثر جگہ صورت حال ہے کہ ایک مسجد میں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور سلفی مسلمان اکٹھے نماز پڑھتے ہیں، انتظامیہ میں بھی شریک ہیں، ان جگہوں پر مسائل کا حل کن بنیادوں پر ہوگا اور مشترکہ مسائل کے حل کے لیے مشترکہ فقہی اصول کیا ہوں گے؟

یہ ایک اہم ملی ضرورت ہے جس کی طرف فقہاء کرام اور دینی مدارس ومراکز کو بالآخر متوجہ ہونا پڑے گا۔ یہاں اتنی بات کہہ دینے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا کہ فقہی ذخیرے میں اس سلسلہ میں سینکڑوں جزئیات موجود ہیں جن کی بنیاد پر مسائل حل کیے جا سکتے ہیں، اس لیے بات اصول اور قوانین کی ہے کہ آج کے عالمی حالات اور مسلم امہ کی مجموعی ضروریات کے پیش نظر ان کی باقاعدہ تشکیل وتدوین کی جائے۔

(۱۵) ہمارے ہاں تخصص فی الفقہ یا تخصص فی الافتاء کے عنوان سے بیسیوں مدارس میں کورسز چل رہے ہیں لیکن ان کا دائرہ کار عمومی اور ملی ضروریات کے تناظر میں بہت ہی محدود ہے۔ ہمارے اپنے ممالک اور معاشروں کے پس منظر میں مفتی حضرات کی تیاری کے لیے یہ کورسز بہت مفید اور ضروری ہیں اور بہت سے مدارس کے نصاب بہت حد تک معیاری بھی ہیں، لیکن میں نہیں سمجھتا کہ آج کے گلوبل ماحول اور مشترکہ سوسائٹیوں میں دوسرے فقہوں کے اصول اور طرق استنباط بالخصوص شافعی، مالکی، حنبلی اور ظاہری فقہوں کے اصول وقوانین سے ضروری واقفیت کے بغیر کوئی مفتی اپنی ذمہ داریاں صحیح طور پر ادا کر سکتا ہے۔ بلکہ میری طالب علمانہ رائے یہ ہے کہ تخصص فی الفقہ کے نصاب میں امت کے دائرہ کی دیگر فقہوں کے ساتھ ساتھ آج کے قانون سازی کے عالمی اصولوں اور معاشرتی ارتقا کی بنیادوں سے واقفیت کو بھی شامل کرنے کی ضرورت ہے۔

(۱۶) قدیم دور میں جب ابھی علم کلام باقاعدہ منظم ہو کر سامنے نہیں آیا تھا اور فقہ کو احکام کے دائرے میں محدود نہیں کر دیا گیا تھا، اس وقت فقہ کی اصطلاح بہت وسیع مفہوم میں استعمال ہوتی تھی۔ اور اس میں فقہ الاحکام کے ساتھ ساتھ فقہ العقائد اور فقہ النفس (اصلاح نفس) بھی فقہ اور تفقہ کا حصہ سمجھی جاتی تھی، خود حضرت امام ابوحنیفہؒ کا عقائد پر رسالہ ''الفقہ الاکبر'' کے نام سے موجود ہے۔ ان میں سے فقہ العقائد تو علم کلام کی صورت میں الگ طور پر مرتب ہو کر نصاب کا حصہ بن گئی، مگر فقہ النفس (تصوف) ہمارے نصاب میں شامل نہیں رہی اور اسے اختیاری درجہ میں ہی رکھا جاتا ہے۔ میری طالب علمانہ رائے میں اس فقہ کو اپنے قدیمی مفہوم میں تمام شعبہ جات کے ساتھ نصاب کا باضابطہ حصہ ہونا چاہیے اور آج کے حالات میں اس کی ضرورت کا احساس پہلے سے بڑھتا جا رہا ہے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

مندر کی نہیں
اہلِ مندر کی فکر کریں!

مولانا محمد توصیف القاسمی، مقصود منزل پیرا گپوری، سہارنپور
موبائل نمبر 8860931450

(۱۷) تعلیم کے ماحول میں ''آن لائن سسٹم'' تمام تر تحفظات کے باوجود تیزی کے ساتھ جگہ بنا رہا ہے اور ''عموم بلویٰ'' کی صورت اختیار کر گیا ہے، اسے نظر انداز کرنا نقصان دہ ہوگا۔ دینی تعلیم کے لیے اس کے مؤثر استعمال کے ذرائع اور مواقع تلاش کرنا، اپنے اساتذہ اور طلبہ کو ان کی ٹریننگ دینا، اور اپنے تعلیمی مقاصد کے لیے ان کا بھرپور استعمال کرنا اب ہماری ضروریات میں شامل ہو چکا ہے، اس طرف بھی سنجیدہ توجہ کی ضرورت ہے۔

دینی تعلیم کی ان ناگزیر ضروریات اور تقاضوں پر دینی مدارس کے اساتذہ کی نظر رہنی چاہیے، ضروری نہیں کہ سب لوگ ان سب کاموں کی طرف متوجہ ہوں، اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ سب ضروریات کو پورا کرنے کے لیے بیک وقت کوئی مہم چلائی جا سکے، لیکن یہ بہرحال ضروری ہے کہ دینی مدارس کے اساتذہ کو آج کی ان معروضی ضروریات کا علم ہو، ان کا احساس ہو، اور ان کے لیے کچھ نہ کچھ کرنے کا ذوق پیدا ہو جائے۔ سردست اگر اساتذہ صرف اتنی بات کا اہتمام کر لیں کہ ان ضروریات سے واقفیت حاصل کر لیں، ان کے بارے میں ضروری معلومات کے ساتھ غور وخوض کرتے رہیں اور دوران تدریس اپنے شاگردوں کو حسب موقع اور حسب ضرورت ان کی طرف توجہ دلاتے ہوئے علمی وفکری راہنمائی فراہم کرنے کو معمول بنا لیں تو اس سے بھی اچھی پیش رفت ہو سکتی ہے اور ''رب مبلغ اوعیٰ لہ من سامع'' کا خوش گوار منظر دیکھنے کو مل سکتا ہے۔

(روزنامہ اسلام 26، 27 جولائی 2020ء)

بڑے بوڑھے کہتے ہیں کہ بڑے سے بڑا پہلوان بھی گردن پکڑے جانے سے بے بس ہو جاتا ہے، عورت چوٹی پکڑے جانے سے بے قابو ہو جاتی ہے، شیر جیسا طاقت ور جانور کرنٹ کی معمولی سی چھڑی سے اشاروں پر ناچتا ہے، ہاتھی جیسا ڈیل ڈول جانور بچپن کی ذہنی غلامی کی وجہ سے زندگی بھر کے لئے حضرت انسان کے اشارۂ چشم وابرو کا غلام بن جاتا ہے۔ ان چیزوں کا نام ہے "رگ پکڑ لینا"۔

جب آپ کسی مرض، انسان یا قوم کی رگ پکڑ لیتے ہیں تو پھر آپ اس کو اپنی انگلیوں پر نچا سکتے ہیں، عقل مند انسان ہمیشہ اپنے دشمن کی رگ پکڑتا ہے، کبھی بھی دائیں بائیں، ادھر ادھر اپنی طاقت وتوانائی برباد نہیں کرتا۔

ذرائع کے مطابق آج 5 / اگست 2020 کو رام مندر کا افتتاح ہوگا اس کی تیاری پورے شباب پر ہے، انتظامیہ الرٹ ہے، ہندو ایسے ہی پرجوش ہیں جیسے مسلمان ترکی میں آیا صوفیا میوزیم کے جامع آیا صوفیہ بن جانے پر تھے، ہندو کتنے پر جوش ہیں؟ محمد وسیم ریسرچ اسکالر شعبہ اردو جامعہ ملیہ اسلامیہ نے لکھا ہے کہ

"رام مندر کی بنیاد رکھنے میں چند گھنٹے رہ گئے ہیں، ہندوؤں کا کہنا ہے کہ پانچ سو سال کی لڑائی کے بعد جیت

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ہوئی ہے، اس لئے ہم مندر کے لئے پُر جوش ہیں، تو وہیں مسلمان اگرچہ خاموش ہیں لیکن بابری مسجد کی بازیافت اور تعمیر سے کبھی دستبردار نہیں ہوں گے، رام مندر کی بنیاد رکھنے میں ہندوستان کی 8 ہزار مقدّس جگہوں سے مٹّی اور پانی لائے گئے ہیں، چینل "آج تک" پر خبر کے مطابق دو بھائی رام مندر کے لئے 151 ندیوں سے پانی اکٹّھا کر کے لائے ہیں"۔

بابری مسجد کا جس طرح 6/ دسمبر 1992 کو انہدام کیا گیا اور پھر کورٹ کے ذریعے اس کے رام مندر بن جانے کا راستہ صاف کیا گیا یہ چیز مسلمانوں کے لئے انتہائی باعث تشویش و افسوس ہے، لیکن قومی اور بین الاقوامی سطح پر مسلمان اس قدر بکھرے ہوئے، ضعیف اور کمزور ہیں کہ وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے، مصرع مشہور ہے:

ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

لیکن مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ جہاں ہم مسلمان ہار جاتے ہیں، وہاں مذہب اسلام جیت جاتا ہے، یہ ایک ایسی تاریخی سچائی ہے جس کا تجربہ کئی بار ہو چکا۔ ہم جس مذہب (اسلام) اور جس نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو مانتے ہیں وہ دونوں اس قدر کامل و مکمل ہیں کہ ان کی تعلیمات و سیرت میں اس مسئلے کا بھی "پائیدار حل" موجود ہے۔

ذرا غور کریں! کعبہ میں 360 بت رکھ دیئے گئے تھے، کعبہ شرک و بت پرستی کا محور و مرکز بن چکا تھا، مگر کبھی آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے براہ راست ان کو توڑنے، گرانے یا مرحلہ اول ہی میں کعبہ پر قبضہ کا مسئلہ کھڑا نہیں کیا، بلکہ آپ کی تمام تر توجہ اہل شرک کو اہل ایمان بنانے پر تھی، تاکہ کعبہ کی موجودہ "شرکیہ حالت" خود بے ضرورت ہو کر صفائی کا تقاضہ کرنے لگے۔ 12/ ویں صدی عیسوی میں تاتاریوں کے عالم اسلام پر تباہ کُن حملے کے بعد خود انہیں تاتاریوں کا مشرف بہ اسلام ہو جانا، اسلام کی ناقابل تسخیر قوت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ 20/ ویں صدی میں دنیا بھر میں عموماً ترکی میں خصوصاً اسلام اور سیکولرزم کی طویل کشمکش کے بعد دوبارہ سے ترکی کا مسلمان ہو جانا اسلام کی نظریاتی طاقت کا اظہار ہے۔ یہ مضمون زیر ترتیب تھا کہ ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن اعظمی وفات (29/ جولائی 2020) کی خبر سوشل میڈیا کے ذریعے عام ہوگئی موصوف اعظم گڈھ کے قصبہ بلریا گنج میں ہندو گھرانے میں "بانکے لال" کی صورت میں پیدا ہوئے، مولانا مودودی کی کتاب ''دین حق'' پڑھ کر اسلام قبول کیا، دارالسلام عمرآباد سے عالمیت و فضیلت کر کے اعلی تعلیم کے لئے مدینہ یونیورسٹی اور قاہرہ (مصر) چلے گئے، وہیں سے ماسٹرس اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کی اور کچھ سالوں بعد مدینہ یونیورسٹی میں پروفیسر ہو گئے، کئی سالوں سے 'مسجد نبوی' میں درس حدیث دیا کرتے تھے، بیسیوں کتابوں کے مصنف ہیں، آپ کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے تمام صحیح احادیث کو "الجامع الکامل" کی صورت میں ایک جگہ اکٹھا کر دیا۔ ایک غیر مسلم "بانکے لال" کو "ضیاء الرحمٰن" بننے سے روکنے کے لئے تمام مندر، تمام پروہت، تمام پنڈت، تمام 33/ کروڑ خدا، کچھ نہ کر پائے، ہم تو اہل ایمان ہیں، ایک خدا کی عبادت کرنے والے ہیں ایک رام مندر ہی ہمارے لئے قابل افسوس کیوں؟ زمینی سطح پر پھیلے ہوئے غیر اللہ کے تمام مراکز ہمارے لئے قابل افسوس کیوں نہیں اور ہماری دعوتی سرگرمیوں کے لیے میدان عمل کیوں نہیں بنتے؟ عجیب بات ہے کہ زمینی سطح پر پھیلے ہوئے لاکھوں کروڑوں غیر اللہ کے مراکز ہماری ایمانی و توحیدی غیرت کو نہ جگا سکے، مگر "رام مندر" کے بن جانے پر ہم ماتم کناں ہیں؟؟؟

مسلمانوں کو چاہیے کہ رام مندر پر ماتم کرنا، احساس اور افسوس کرنا، اپنے آپ کو بندگلی کے اندر محصور سمجھنا بالکل بند کریں، ہماری دعوتی سرگرمیوں کے لیے لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں انسان موجود ہیں، ان انسانوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا ہی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ہماری اصل اور قابل گرفت ذمہ داری ہے: وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ (البقرہ 143) اگر یہ تمام انسان مؤحد بن جائیں تو غیر اللہ کے تمام مراکز بشمول رام مندر کے، ازخود بے ضرورت ہوکر دفن ہوجائیں گے۔

مسلمان دعوت وتبلیغ کے معاملہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے "ہدہد" پرندے سے بھی گئے گزرے ہیں، اس نے غیر اللہ کی عبادت ہوتی دیکھی، تو اپنی ذمہ داری ترک کر کے ان مشرکوں کی ٹوہ میں لگ گیا، کون ہیں؟ کس کی عبادت کرتے ہیں؟ ان لوگوں کا بادشاہ کون ہے؟ واپس آکر یہ تمام باتیں سلیمان علیہ السلام کو بتلائیں اور پھر "پیغام سلیمانی" لے کر وہاں پہنچا اور جب تک ملکہ بلقیس دائرۂ اسلام میں داخل نہیں ہوگئی، اپنی محنت سے پیچھے نہیں ہٹا۔

مسلمانوں پر فرض ہے کہ اپنے مسلکی گورکھ دھندے بند کر کے خالص توحید کی دعوت کو عام کریں اور پوری طاقت سے کریں، ایک رام مندر ہی ہمارے لئے پریشان کن نہیں، بلکہ اصل پریشانی کفر وشرک کا وجود ہے اور یہ "کفر وشرک" خالص توحید کی دعوت سے ختم ہوگا، انسانوں کے ذہن ودماغ بدلنے سے ختم ہوگا، نہ کہ مندروں پر ماتم کرنے سے۔ قیامت کے روز یہ سوال نہیں ہوگا کہ تم نے مندر کیوں بننے دیا؟ بلکہ سوال یہ ہوگا کہ تم نے اسلام کی "دعوت" کیوں عام نہیں کی؟ یہ سوال ضرور ہوگا کہ تمہارے نبی نے 23 سال میں پہلے انسانوں کو بدلا، پھر کعبے کو؟ تم نے یہ ترتیب کیسے الٹ دی؟ اور انسانوں کی فکر کے بغیر ہی مندر پر ماتم کرنے لگے؟ مزید یہ کہ انسانوں کو بدلنے کا پلان ومنصوبہ تو تمہارے ذہن ودماغ میں بھی نہیں تھا۔

یہ سچ ہے کہ بھارت میں مسلمانوں کی موجودہ صورت حال کی جڑیں ہندوستان میں 800 سو سالہ طویل مسلم دور اقتدار کی غلط ترجیحات میں پیوست ہیں، شورش کاشمیری نے کہیں پر بجا لکھا ہے کہ "زمانہ نبوی کی صحیح ترجیحات کی وجہ سے "قاہرہ" ہمیشہ کے لئے اسلام کا شہر بن گیا، لیکن بھارت میں طویل مسلم دور اقتدار کے بعد بھی "دہلی" ہمیشہ کے لیے اسلام کا شہر نہ بن سکا"

یاد رکھئے! اسلام کی نظریاتی طاقت کی پوری دنیا معترف ہے سوائے مسلمانوں کے، اگر مسلمان پوری طاقت ومنصوبہ بندی سے اسلام کی "دعوت" کو عام کریں تو کچھ بعید نہیں کہ بھارت میں غیر اللہ کے پھیلے ہوئے تمام مراکز، مرکز توحید بن جائیں۔ کیا کمال اتاترک نے 1934 میں سوچا تھا کہ جس "مسجد" کو وہ میوزیم میں تبدیل کر رہا ہے، وہی مسجد 86 سال بعد پھر سے مسجد بن جائے گی؟ جس ترکی کو وہ سیکولر ترکی بنا رہا ہے وہی ترکی 86/سال بعد پھر سے اسلام پسندوں کے سایہ رحمت میں آجائے گا؟ مگر یہ بات یاد رہے کہ یہ سب کچھ ترکی میں وہاں کے اسلام پسندوں کی خفیہ وعلانیہ اور ہمہ جہت جہد مسلسل کے نتیجہ میں پیش آیا۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے "ترک ناداں سے ترک دانا تک" از مفتی ابولبابہ منصور)

خلافت عثمانیہ کے بعد اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے ہمہ جہت کوششیں کی گئی ہیں، مختلف علماء ومفکرین نے الگ الگ میدانوں میں یہ کام انجام دیا، مولانا وحیدالدین خان نے اسلام کے احیاء ثانی کے لئے دعوتی میدان پر کافی روشنی ڈالی ہے، ان کا 90/ فیصد لٹریچر (مولانا کے بہت سے نظریات سے عدم اتفاق کی گنجائش ہے) اسی نقطہ نظر کو ثابت کرتا ہے کہ مسلمان، مخالفوں اور اسلام دشمنوں کی طرف سے کی جانے والی ہر قسم کی مکاریوں پر یک طرفہ صبر کریں اور دین اسلام کی "دعوت" کو ہر صورت میں مکمل طور پر عام کریں، تاکہ انسانوں کی روح اور ذہن ودماغ بدلنے سے، مادّی خداؤں کی عبادت گاہیں آثار قدیمہ بن کر نشان عبرت بن جائیں۔ اور یہ ہی پائیدار حل بھی ہے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اللہ کے گھر کی بنیاد پر بت خانہ کی تعمیر

ہم کیا کریں؟

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

خانہ کعبہ توحید کا مرکز تھا، اس کی تعمیر اللہ کی عبادت کے لیے کی گئی تھی، صدیوں تک اس کی یہی حیثیت باقی رہی، لیکن پھر اس کے اطراف میں رہنے والے آہستہ آہستہ بتوں کی پرستش کرنے لگے، انھوں نے توحید کے مرکز کو بتوں کا اڈّہ بنا دیا، لات، عُزّہ، مناۃ، ہُبل اور نہ جانے کن کن ناموں سے بہت سے بت بنا ڈالے، وہ ان کے آگے اپنی جبینِ نیاز ٹیکتے، ان کو مشکل کشا سمجھتے، ان سے حاجت روائی چاہتے، ان سے فریاد کرتے اور ان کی دہائی دیتے، کہا جاتا ہے کہ خانہ کعبہ کے اندر اور باہر حرم میں تین سو ساٹھ (360) بت رکھے ہوئے تھے۔

خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو خانہ کعبہ اسی طرح بت خانہ بنا ہوا تھا، اس سماج میں گنتی کے چند افراد ایسے بھی تھے جو بت پرستی سے نفرت کرتے تھے اور ایک خدا کو ماننے والے تھے، لیکن وہ خاموش تھے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی بعثت سے قبل توحید کے شیدائی اور بت پرستی سے متنفّر تھے، بعثت کے بعد تو آپ کی بنیادی دعوت ہی توحید کا اعلان اور شرک و بت پرستی کی تردید تھی، آپ نے دو ڈھائی برس خفیہ اور انفرادی طور پر دعوت کا کام کیا، اس کے بعد علی الاعلان اپنی دعوت پیش کی آپ نے توحید کا پیغام پیش کیا اور شرک اور بت پرستی پر سخت ترین تنقید کی، لیکن خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے بتوں سے کوئی نہیں تعرّض کیا، بت پوجنے والے حرم میں آکر بت پوجتے رہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ پر ایمان لانے والے حرم میں آکر اللہ واحد کا کلمہ بلند کرتے رہے، سعید روحیں آپ کی طرف کھنچتی رہیں، آپ پر ایمان لاتی رہیں، بت پرستی سے توبہ کرتی رہیں اور توحید کا علَم تھامتی رہیں، اسلام کے دشمن اہلِ ایمان کو ہر ممکن اذیتیں پہنچانے کی کوشش کرتے رہے، لیکن اہلِ ایمان صبر کا دامن تھامے رہے، بالآخر انہیں اپنا ایمان بچانے کے لیے اپنا وطن چھوڑنا پڑا، وہاں بھی دشمنوں نے انہیں چین سے رہنے نہیں دیا، کئی جنگیں ہوئیں، لیکن ایک وقت ایسا آیا جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ ایمان کے ساتھ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے، اقتدار پر قابض ہونے کے بعد آپ نے پہلا کام یہ کیا کہ خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کیا، کتبِ سیرت میں ہے کہ آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، آپ اس کے ذریعے ایک ایک بت کو ٹھوکا دے کر گراتے جاتے تھے اور اس وقت آپ کی زبانِ مبارک پر یہ آیت جاری تھی : جَآءَ الحَقُّ وَزَهَقَ البَاطِلُ اِنَّ البَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا (الاسراء:81)

''حق آگیا اور باطل مٹ گیا، باطل تو مٹنے ہی والا ہے''

ہندوستانی مسلمانوں کے موجودہ حالات میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ بالا اُسوہ ان کے لیے راہِ عمل دکھاتا ہے، اسے درج ذیل نکات کی صورت میں بیان کیا جاسکتا ہے:

1_ بابری مسجد کو، جس میں چار سو برس سے زائد عرصہ تک اللہ واحد کی عبادت کی جاتی تھی، ظالمانہ طریقے سے ڈھا دیا گیا، عدالت عالیہ نے نومبر 2019 کے اپنے فیصلے میں صریح الفاظ میں کہا تھا کہ یہ مسجد کسی مندر کو توڑ کر نہیں بنائی گئی تھی، 22 دسمبر 1949ء تک اس میں پابندی سے نماز ہوتی رہی تھی، اس رات اس میں مورتیوں کا رکھا جانا ایک غیر قانونی اور غیر دستوری عمل تھا اور 6 دسمبر 1992ء کو مسجد کی شہادت ایک مجرمانہ فعل تھا، ان واضح حقائق کو تسلیم کرنے کے باوجود عدالت نے مسجد کی زمین ان لوگوں کے حوالے کردی جو مجرمانہ طور پر اس کی شہادت میں شریک تھے، اس صریح زیادتی کو ملکی اور عالمی دونوں سطحوں پر محسوس کیا گیا ہے، اس پر ہم صبر کا دامن تھامے رہیں اور ہر مشکل وقت میں اللہ کی طرف پلٹیں اور اسی سے لَو لگائیں۔

پی۔ڈی۔ایف۔ #محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

2_ حالات چاہے جتنے زیادہ خراب اور ناگفتہ بہ ہوجائیں ہمیں ہمّت وحوصلہ سے کام لینا ہے اور مخالف حالات میں جینے کا سلیقہ سیکھنا ہے، ایک مومن کے لیے مایوسی کفر ہے، حالات ہمیشہ یکساں نہیں رہتے ،اللہ تعالیٰ کی سنّت یہ ہے کہ وہ بدلتے رہتے ہیں،اس کا ارشاد ہے:وَتِلکَ الایَّامُ نُدَاوِلُھَا بَینَ النَّاسِ (آل عمران:140) ''یہ تو زمانہ کے نشیب وفراز ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں''

اسپین اور ترکی کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں، اسپین سے ایک ایک مسلمان کو چُن چُن کر نکال دیا گیا یا عیسائی بنالیا گیا اور تمام مساجد کو چرچوں میں تبدیل کردیا گیا، الحمدللہ اب پھر وہاں مسلمانوں کا وجود ہے اور مسجدیں قائم اور آباد ہورہی ہیں ،ترکی میں اسلام کو دیس نکالا دے دیا گیا، قرآن، اذان، نماز وغیرہ پر پابندی عائد کردی گئی اور مسجدوں کو میوزیم اور اصطبل بنادیا گیا، الحمدللہ وہاں پھر اسلام پوری قوت سے ابھرا اور مسجدیں آباد ہوئیں

3_ ہم ہر حال میں توحید کا علَم بلند کیے رہیں اور شرک اور بت پرستی کے تمام مظاہر سے دور رہیں، ہم ابراہیم علیہ السلام کے پیروکار ہیں، خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے امّتی ہونے کی حیثیت سے ہمیں ان کی ملّت کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے، ہم براہیمی نظر پیدا کرنے کی کوشش کریں، ہماری پہچان عقیدہ توحید سے ہو، اور ہم شرک وبت پرستی سے کسی بھی حال میں سمجھوتہ نہ کریں۔

4۔ہم توحید پر مبنی اپنی دعوت پیش کرنے میں ذرا بھی کوتاہی نہ کریں ،انفرادی طور پر، اجتماعی مجلسوں میں، کھلے چھپے، دن رات، مذاکروں کی محفلوں میں، جہاں بھی ہمیں موقع ملے، بے کم وکاست دعوتِ توحید پیش کرنے میں ذرا بھی جھجک سے کام نہ لیں ،اسے اپنی زندگی کا مشن بنالیں، ان شاءاللہ ہماری کوششیں بارآور ہوں گی، سعید روحیں دعوتِ حق کو قبول کریں گی اور ہمارا ملک نغمہ توحید سے گونجے گا۔

خانہ کعبہ کی مثال ہمارے سامنے ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ بھی، خانہ کعبہ عرصے تک بت خانہ بنا رہا، آپ کی اور آپ کے اصحاب کی پیہم کوششوں سے وہ توحید کا مرکز بنا، ہمارے ملک میں اللہ کے گھر کو بت خانہ میں تبدیل کیا جارہا ہے، اللہ کی قدرت سے بعید نہیں کہ ہماری کوششوں سے نہ صرف وہ پھر اللہ کا گھر بن جائے، بلکہ دوسرے بت خانوں سے بھی توحید کی صدا بلند ہونے لگے۔ وَمَا ذلکَ عَلَی اللہِ بِعَزِیزٍ

سب سے بڑی نعمت، فہم دین

پروفیسر ڈاکٹر طفیل ہاشمی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس کے لیے دعا کی تھی: اللھم فقھه فی الدین و علمه الکتاب

الٰہی اسے دین کی دانش عطا فرمادے اور اسے کتاب سکھادے

دانش دین سب سے بڑی دولت ہے، قرآن نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے لئے نمونہ بنایا لیکن ہم یہ بھول گئے کہ آپ کی پوری تئیس سالہ نبوی زندگی نمونہ ہے، ہمارے ہاں اہل علم نے صرف تکمیل دین کے بعد کے دور کو نمونہ قرار دے دیا اور مستحبات پر فرائض سے زیادہ اصرار کیا جانے لگا، حالانکہ آپ کی زندگی کا وہ دور جب آپ مکہ میں ہر روز نئے اور ناگوار حالات کا سامنا کرتے تھے اس دور میں آپ کا عمل اور رد عمل بھی سنت ہے، آپ چھپ کر نماز پڑھتے، اکیلے پڑھتے، گھاٹیوں میں جاکر نماز ادا کرتے، مطلب یہ ہے کہ جس طرح کے خارجی حالات ہوتے ان کے مطابق آپ کا عمل ہوتا اور وہی دین، سنت اور حکمت عملی کہلاتا ہے۔

نہ معلوم ہم نے آپ کی مکی زندگی کو نمونہ سنت سے کیوں منہا کردیا ہے، فہم دین بہت بڑی نعمت ہے اور کن حالات میں کون سی سنت پر عمل ہوگا، یہی فہم دین ہے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

دعوتی سوالات اور میرے جوابات

جناب ریاض موسیٰ ملیباریؒ

برصغیر کے معروف داعی دین جناب ریاض موسیٰ ملیباری، غیر مسلموں میں دعوت کے حوالہ سے ایک بہت معتبر نام ہے، انھوں نے اپنی پوری زندگی اور تمام توانائیاں بلکہ اپنی جمع پونجی بھی اس کارخیر کے لئے وقف کررکھی تھی، اپنے دعوتی تجربات کی روشنی میں انھوں نے اس سلسلہ کے بہت سے سوالوں کے جواب ''دعوتی سوالات'' کے نام سے مرتب کئے تھے، جنہیں ارمغان کے قارئین کے لئے قسط وار پیش کیا جارہا ہے، یہاں یہ وضاحت مفید ہوگی کہ یہ تمام جوابات دعوتی تناظر میں دیئے گئے ہیں، احکام وفتاوی کے لحاظ سے، اور اپنی ضرورت کے اعتبار سے فائدہ اٹھانے کے لئے ان میں ترمیم کی جاسکتی ہے۔ امید ہے کہ کاروان دعوت کے مسافر اس کی روشنی میں اپنا سفر اور زیادہ کامیابی کے ساتھ طے کرسکیں گے۔ .....ادارہ

سوال: آپ کو اس اہم کام دعوت کی ترغیب کیسے ملی؟

جواب: ۱۹۸۰ء میں جب میں کویت سے کیرالہ واپس آیا، اس وقت میری عمر ۳۸ رسال تھی، میں نے یہ سوچا کہ زندگی کے باقی ایام دین کے کسی اہم کام میں لگانا ہیں، ایسا اہم کام جو امت میں متروک ہو، اور اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتا رہا کہ: ''اے اللہ! مجھ سے دین کا کوئی اہم کام لے لے۔''

چند مہینوں کے بعد رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہوگیا، آخر عشرہ میں کیرالہ کی ایک چھوٹی سی بستی (Chokli) چکلی کی جامع مسجد میں اعتکاف میں بیٹھا اور اعتکاف میں بھی یہی دعا برابر کرتا رہا۔ رمضان المبارک کی ۲۳ رویں تاریخ کو میرے دل میں یہ بات آئی کہ ''مرنے سے پہلے دس غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دینی ہے۔'' اور اسی وقت یہ ارادہ اور عزم بھی کرلیا کہ مرنے سے قبل ۱۰ رغیر مسلموں کی دعوت دوں گا، پھر اللہ تعالیٰ سے اسی طرح دعا کرتا رہا کہ ''اے اللہ تو جانتا ہے کہ اس کام کے لئے نہ ہی میرے پاس کچھ علم ہے اور نہ ہی میرا کوئی رہنما ہے، میں نے بس تیرے بھروسے پر یہ عزم کیا ہے، اس لئے تو ہی اس آرزو اور تمنا کو پوری کر۔''

میں مسلسل یہی دعا کرتا رہا دوسرے دن ۲۴ رمضان کو ایک مسلم نوجوان میرے پاس آیا اور کہنے لگا:

''ایک ہندو ہے جو اسلام کو سمجھنا چاہتا ہے۔''

میں نے اس سے کہا ''اسے لے کر آؤ'' وہ مسجد شافعی مسلک کی تھی، چار بجے نماز ہونے کے بعد سب لوگ ادھر ادھر بازاروں میں چلے گئے تھے عید کی خریداری وغیرہ کے لئے۔ مسجد میں صرف ہم دونوں شخص ہی تھے، مسجد میں ایک غیر مسلم کو لانے کی عام اجازت نہ تھی، پانچ بجے وہ شخص اس ہندو نوجوان کو مسجد میں لے کر آیا، میرے پاس اسے بٹھا کر فوراً وہ مسجد سے نکل گیا کہ کہیں کوئی اسے دیکھ نہ لے کہ میں ایک ہندو آدمی کو مسجد میں لایا ہوں، اس سے لوگ مجھ پر اعتراض کریں گے اس کے دل میں ڈر تھا، اس سے کہیں زیادہ ڈر میرے دل میں تھا کیونکہ میں اس بستی میں نیا تھا ایک غیر مسلم کو مسجد میں بٹھا کر بات کرنے سے مسلمان اعتراض کرسکتے تھے اور مجھے بھی مسجد سے نکال سکتے تھے، دوسری طرف یہ ڈر بھی تھا کہ ایک غیر مسلم کے سامنے کیسے اسلام پیش کروں گا؟

وہ اعتراض بھی کرسکتا ہے اور ناراض بھی ہوسکتا ہے نیز یہ کہ اگر وہ اسلام سمجھنے کے بعد قبول کرتا ہے، تو آر ایس ایس، اور بی۔ جے۔ پی۔ والے بھی کچھ گڑبڑ کرسکتے ہیں، وہ مسجد پر پتھراؤ بھی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کر سکتے ہیں، ان سارے اندیشوں، پریشانیوں اور ڈر کے ساتھ خوشی بھی تھی کہ میں نے جو مسلسل دعا مانگی تھی وہ قبول ہوگئی اور اسی کے نتیجے میں یہ میرے سامنے بیٹھا ہوا ہے۔''

بہر کیف! میں نے اس کے سامنے اسلام پیش کیا۔

مجھے یہ معلوم تھا کہ اس کے سامنے توحید، رسالت اور آخرت کو پیش کرنا ہے۔ جو کچھ بھی مجھے تھوڑا بہت علم تھا میں نے اس کے سامنے پیش کیا، آدھے گھنٹے کی گفتگو کے بعد میں نے اس سے کہا: ''آپ کل بھی اسی وقت میرے پاس آئیں۔''

وہ روزانہ اسی وقت میرے پاس آتا رہا۔ دو، تین دن کے بعد اس نے خواہش ظاہر کی کہ مجھے قرآن مجید پڑھنا ہے، میرے پاس اس وقت قرآن مجید کے ترجمے کے کئی اجزاء موجود تھے، میں نے ان میں سے ایک اسے دے دیا۔ رمضان کے آخر میں میں نے اس سے کہا: ''اپنا کام کر لینے کے بعد روزانہ میرے گھر آیا کرو۔'' رمضان کے ایک ہفتہ بعد اس نے مجھ سے آکر کہا:

''میں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں۔''

میں نے اس کے سامنے دو شرطیں رکھیں

پہلی شرط: ''یہ کہ اسلام قبول کرنے کے بعد تمہیں وہی کام کرتے رہنا ہے جو ابھی کر رہے ہو۔''

اس نے کہا: ''ہاں! مجھے یہ منظور ہے۔''

یہ شرط میں نے اس کے سامنے اس لئے رکھی کہ بہت سے لوگ اسلام قبول کر لینے کے بعد اپنا پہلے کا پیشہ چھوڑ دیتے ہیں اور فقیر بن کر اُمت کے درمیان بھیک مانگا کرتے ہیں۔

مجھے اس بات کا علم نہیں تھا کہ کیوں لوگ پہلے کا کام چھوڑ دیتے ہیں؟ بظاہر اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اکثر ہندو یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام قبول کر لینے کے بعد پرانا کام کرنا درست نہیں ہے۔

اس نوجوان کی بیوی اور چار چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے۔

امت کا عام رواج یہ ہے کہ جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا ہے تو اس کو گھر، بیوی، بچوں اور خاندان سے علیحدہ کر دیتے ہیں' اسی لئے اس کے خاندان والے یہ سوچتے ہیں کہ وہ ان کے لئے مر گیا ہے، اس خلاء کو پر کرنے اور اسی عام خرابی کو دور کرنے کے لئے میں نے اس کے لئے دوسری شرط بتائی۔

دوسری شرط: ''یہ کہ اپنے گھر والوں کو اسلام قبول کرنے سے پہلے جتنا خرچ دیتے تھے اسلام قبول کرنے کے بعد بھی اتنا ہی دو گے، اس میں کسی طرح کی کمی نہیں کرو گے۔''

اس نے یہ شرط بھی منظور کر لی۔ اس وقت مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ ایک شخص کو کیسے مسلمان بنانا چاہیے؟ اس لئے میں نے اس کی رہنمائی کی کہ تم کسی مسجد میں جا کر مسلمان ہو جاؤ۔

اس بے چارے کو سات، آٹھ مسجد میں گھومنے کے بعد ایک مسجد کے امام صاحب نے کلمۂ شہادت پڑھا دیا۔ اب اس کا نام اویس ہے۔

وہ روزانہ اپنے کام سے فارغ ہو کر شام کو اپنے محلے کی مسجد میں جا کر بیٹھتا اور رات کو اپنے گھر نہ رہ کر میرے پاس رہتا، اس کی بیوی مسجد کے سامنے آکر اپنا خرچہ لے جاتی، تین چار دن کے بعد میں نے اس سے کہا:

''اپنی بیوی کو بھی اسلام قبول کرنے کی دعوت دو۔''

تو وہ روزانہ اپنی بیوی کو بھی دعوت دینے لگا، اس کی بیوی روتی، کبھی ہنستی اور کبھی خاموش رہتی، کچھ مدت کے بعد خاموش ہو کر سننے لگی اور کچھ دن تک کچھ سوالات کرتی رہی۔

آخر کار چار مہینے کے اندر اس نے اپنے چار بچوں سمیت اسلام قبول کر لیا۔

چار مہینے کے اندر چھ افراد کے اسلام قبول کر لینے سے میرے دل میں ایک طرح کا یقین پیدا ہو گیا کہ اگر میں یہ کام ایسے کرتا رہا تو اللہ رب العالمین میری ضرور مدد کریں گے۔ پھر میں نے بھارت کے مشہور و معروف داعیوں کے حالات پڑھنا شروع کر دیئے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی سوانح میں لکھا ہے کہ:

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

جب وہ انڈیا آئے تو سب سے پہلے لاہور میں ٹھہرے، اور چھ سال تک انہوں نے بھارت کے تہذیب وتمدن، مذہب اور عقائد کا مطالعہ کیا اور اپنے کچھ شاگردوں کو تیار کیا پھر بعد میں آکر اپنے کام کا آغاز ''اجمیر'' سے کیا۔

اسی طرح میں بھی چھ سال تک ہندوؤں کی کتابوں ان کے عقائد، تہذیب وتمدن وغیرہ کا مطالعہ کرتا رہا اور اللہ تعالیٰ سے اس کام کی کامیابی کی دعا مانگتا رہا، اس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق ملتی گئی اور کام آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا۔

اب میں اللہ رب العالمین سے دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ! میرے شاگردوں کے ہاتھوں پورے ملک کو مشرف بہ اسلام فرما۔'' آمین!!!

سوال: **کارِ دعوت کو اگر نبوی منہج پر انجام دیں تو کیا کیا مشکلات پیش آ سکتی ہیں؟**

جواب: یہ سوال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ ﷺ کو نبوت ملی تو حضرت خدیجہؓ، آپ ﷺ کو لے کر ورقہ بن نوفل کے پاس آئیں، آپ ﷺ نے اپنا پورا واقعہ ورقہ بن نوفل کو سنایا تو ورقہ بن نوفل نے آپ ﷺ کو بتلایا کہ یہ وہی ناموس فرشتہ ہے جو موسیٰؑ وغیرہ کے پاس آیا تھا، آپ کو یہ بات بھی بتلائی کہ جب آپ ﷺ کی قوم آپ کو مکہ سے نکال دے گی۔ تو اگر اس وقت میں زندہ رہا تو اس وقت میں آپ کی بھرپور مدد کروں گا۔ آپ ﷺ نے ورقہ بن نوفل سے پوچھا:

''کیا میری قوم مجھے میری بستی (مکہ) سے نکال دے گی؟''

ورقہ بن نوفل نے کہا: ''ہاں آپ کو اپنی بستی مکہ سے نکال دے گی، انسانی تاریخ میں جس نے بھی اس دعوت کو انجام دیا ہے، یا اس دعوت کو لے کر اٹھے ہیں، تو ان کی مخالفت کی گئی ہے، ان کی اپنی قوم ان کی دشمن ہوگئی ہے۔''

سیرت کے اس واقعہ سے مسلمانوں کے ذہن ودماغ میں دو باتیں بیٹھ گئی ہیں، وہ یہ ہیں کہ:

(۱) اگر ہم یہ دعوت کا کام کریں گے جو انبیائی کام ہے، تو ہمیں اپنی بستی سے نکلنا پڑے گا، اس لئے ہم مسلمانوں نے یہ سوچ کر فیصلہ کرلیا کہ ہمیں دعوت کا کام انجام دے کر اپنی محبوب بستی، علاقے سے نکلنا نہیں ہے، جس کے نتیجے میں ہم نے ترکِ دعوت کی راہ اپنا رکھی ہے۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ اس کارِ دعوت، کے کرنے کی وجہ سے سارے لوگ ہمارے دشمن اور مخالف ہوجائیں گے، اور یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ اگر سارے لوگ ہمارے دشمن مخالف ہوجائیں گے تو ہم سبھوں سے دشمنی مول لے کر زندگی کیسے گزار سکیں گے۔

اس بنیاد پر ہم نے یہ فیصلہ کرلیا کہ کسی بھی صورت میں دعوت کا کام نہیں کرنا ہے۔

درحقیقت یہ دونوں سوچ اور خیالات صحیح نہیں ہیں کیوں کہ مکہ مکرمہ میں اس وقت یہ دستور تھا کہ ان کے معبودانِ باطلہ کے خلاف نہ ہی کوئی غلط آواز اٹھائی جائے اور نہ ہی کوئی ایسی بات کہی جائے جس سے ان کے معبودان باطلہ کی کسی طرح اہانت ورسوائی ہو، مشرکین مکہ اپنے معبودوں کے خلاف نازیبا بات سننے کو ہرگز ہرگز گوارہ نہیں کرتے تھے، چہ جائے کی ان کی مذمت اور کمزوریاں بیان کی جائیں۔

لیکن ہمارے بھارت کی حالت اس کے برعکس ہے، یہاں ہر شخص کو اپنے مذہب کی تبلیغ، نشر واشاعت کی مکمل آزادی ہے۔

ایک مرتبہ ہم (موئف صاحب) نے نیپال میں ۲۸/علماء کرام کا ایک کیمپ منعقد کرایا جس کے آخر میں ایک صاحب نے سوال کیا کہ آپ کے ملک انڈیا میں تو اپنے مذہب کی تبلیغ، نشر و اشاعت کی کھلی چھوٹ ہے لیکن ہمارا ملک نیپال ایک ایسا واحد ہندو ملک ہے جس میں تبدیلئ مذہب اور اس کی نشر واشاعت کی آزادی نہیں بلکہ اس کی پابندی ہے، کیا ایسے ملک اور ایسی حالت میں جہاں مذہب کی نشر واشاعت کی آزادی میسر نہیں ہے، یہاں

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کے رہنے والے مسلمانوں پر بھی دعوت کا کام انجام دینا فرض ہے؟ میں نے انہیں جواب دیا جی ہاں! ایسے ملک اور ایسی حالت میں بھی آپ پر دعوت کا کام فرض ہے۔ دعوت کا فریضہ آپ سے ساقط نہیں ہوتا۔ کیوں کہ جس نبی نے بھی اس کام کو انجام دیا انہیں کبھی بھی ان کی قوم نے اجازت نہیں دی کہ آپ دعوت کا کام آزادی کے ساتھ انجام دیں بلکہ ان کے راستے روکے گئے، انہیں یہ کام چھوڑنے پر مجبور بھی کیا گیا لیکن ان سب کے باوجود کسی بھی صورت میں وہ دعوت کے کام سے رکے نہیں، بلکہ وہ زندگی بھر اسی دعوت کے مشن میں لگے رہے۔ اس وقت کو یاد کرو جب کفار مکہ آپ ﷺ کو دعوت سے روکنے کے لئے آپ ﷺ کے چچا کے پاس آئے اور کہا کہ آپ محمد کو کسی بھی صورت میں دعوت سے روک دیں، کہ وہ ہمارے معبودوں کو برا بھلا نہ کہیں اور اس کے بدلے میں ہم سے جو چاہیں لے لیں۔ ہم اسے دینے کے لئے تیار ہیں

اب سوال یہ ہے کیا آپ ﷺ کفار مکہ کے اس مطالبے سے رک گئے؟

نیز اللہ کے اس کام کے لئے کسی کی اجازت کی ضرورت (حاجت) بھی نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ رب العالمین کا حکم ہے۔

ادع الیٰ ربک سبیل الخ ..... (۱۶:۱۲۵)

اور اس امت کو بہر حال اس فریضہ کو انجام دینا ہے، اگر آپ اللہ کے اس کام کو کریں گے تو اللہ اپنے فضل وکرم سے نیپال کی حالت کو بدل دے گا، اللہ کے فضل وعنایت سے نیپال میں آہستہ آہستہ تبدیلی آگئی ہے۔

اس وقت اس امت کی حالت، حضرت موسیٰؑ کی طرح ہے، کہ وہ پہلے پہل فرعون کے پاس جانے کے لئے تیار نہ تھے۔ لیکن جب ایک مرتبہ چلے تو آپ کو معلوم ہوا کہ دعوت کا کام کچھ بھی مشکل کام نہیں ہے لیکن ہمت اور جواں مردی سے کام لینے سے تمام مشکلات کافور ہو جاتی ہیں، صرف کام انجام دینے سے قبل طرح طرح اندیشے اور خطرات سامنے نظر آتے ہیں لیکن اقدام کر لینے سے نہ جانے کہاں غائب ہو جاتے ہیں کہ دور دور تک ان کا کوئی سراغ نہیں ملتا ہے۔

اسی طرح اگر یہ امت دعوت کا کام شروع کر دے تو معلوم ہوگا کہ اس راہ میں کچھ بھی مسائل نہیں ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال: شیخ احمد دیدات، اور ڈاکٹر ذاکر نائک وغیرہ جو دعوتی کام کر رہے ہیں ان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے ؟

جواب: وہ لوگ خود کہتے ہیں کہ ان لوگوں کا کام مکالمہ اور مناظرہ ہے۔ ان دونوں کی اجازت قرآن مجید میں ہے۔

مناظرہ اور مکالمہ میں کیا فرق ہے؟

مکالمہ میں سختی کرنے سے مکالمہ مناظرہ میں تبدیل ہو جاتا ہے، یہ دعوت نہیں ہے، دعوت اور مناظرہ میں فرق پایا جاتا ہے۔ مناظرہ باکسنگ کی طرح ہے، یعنی اس میں یہی کوشش کی جاتی ہے کہ سامنے والے حریف، مدمقابل کو کس طرح پچھاڑا، ہرایا، گرایا جائے، جب کہ 'دعوت' نام ہے سامنے والے کے دلوں کو جیتنے کا، اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے کارِ دعوت کو ترجیح دیا یا مناظرے کو؟ آپ کو معلوم ہے کہ دعوت ہی کو انبیاء علیہم السلام نے ترجیح دی ہے، مناظرہ میں ایک اہم بات یہ ہے کہ مناظرہ کے لئے اللہ رب العالمین نے شیخ احمد دیدات اور ڈاکٹر ذاکر نائک جیسے لوگوں کو منتخب کیا ہے، نیز یہ کام انہی جیسے لوگوں سے ہوسکتا ہے ،لیکن مناظرہ کے مقابلے میں دعوت کا کام آسان ہے، جو ہر مسلمان سے ہوسکتا ہے، اس لئے کہ 'دعوت' ہر مسلمان پر فرض ہے جبکہ مناظرہ ہر مسلمان پر فرض نہیں ہے۔

ڈاکٹر ذاکر نائک جیسے لوگوں کو ان کا کام کرنے دیجئے روکئے نہیں اور آپ کے لئے دعوتی کام آسان ہے اس لئے آپ 'دعوت' کا کام کریں۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

خبروں کی دنیا

News World

محمد ادریس ولی اللہی

جامعہ پھلت میں آن لائن تعلیم کا سلسلہ جاری

قریۃ الصالحین پھلت کے تاریخی ادارہ جامعہ امام ولی اللہ اسلامیہ میں تقریبا دو ماہ سے آن لائن تعلیم کا سلسلہ جاری ہے، اور امید کی جارہی ہے کہ اس کے بہتر نتائج برآمد ہوں گے، ایک نجی چینل کو انٹرویو دیتے ہوئے جامعہ کے استاد اور ماہنامہ ارمغان کے مدیر مولانا وصی سلیمان ندوی نے کہا کہ ایک ایسے وقت میں جب پورے ملک کے دینی مدارس میں آن لائن تعلیم کے سلسلہ میں منفی اور مثبت تبصرے جاری تھے، ہماری جامعہ کے ذمہ داروں نے تعلیم جاری کرنے کا فیصلہ لے کر ایک اقدامی فیصلہ کیا ہے، انھوں نے کہا کہ آن لائن تعلیم کا ذریعہ اگر چہ کلاس روم میں دی جانے والی تعلیم کا بدل نہیں ہے، اور اس کے ذریعہ پورا فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا ہے، تاہم مجبوری کی صورت میں کسی حد تک نقصان کی تلافی کی نیت سے اس سلسلہ کو جاری کیا جانا ہم سب کے حق میں ہے، یہی وجہ ہے کہ اس سے تحریک پا کر بعض دیگر مدارس میں بھی تعلیم کا ایسا ہی سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ جامعہ امام ولی اللہ اسلامیہ میں جولائی کے مہینہ میں ہی آن لائن تعلیم کا سلسلہ شروع کردیا گیا تھا اور اب تک نصاب کا خاصا حصہ پڑھایا جاچکا ہے۔

مولانا نے بتایا کہ ابھی تک اونچے درجات کی چار جماعتوں کی تعلیم کا نظم کیا جاسکا ہے، لیکن اس بے یقینی کی وجہ سے کہ نہ جانے کب تک تعلیمی سلسلہ بند رہے اب چند دنوں میں انشاء اللہ تمام جماعتوں کی باضابطہ تعلیم کا سلسلہ شروع کیا جارہا ہے، اور اس سلسلہ کی تمام تیاریاں آخری مراحل میں چل رہی ہیں۔

میڈیا پر لگام کسنے کے مسئلہ کی سماعت

ملک میں زہر پھیلانے والے چینلوں کے خلاف سپریم کورٹ میں دائر جمعیت علمائے ہند کی عرضی پر سماعت کرتے ہوئے سپریم کورٹ نے، اس معاملہ کو، نیوز براڈ کاسٹنگ اسٹنڈرڈ اتھارٹی (NBSA) کے پاس بھیجنے کا عندیہ ظاہر کیا ہے، اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے جمعیت کے سینئر ایڈوکیٹ دوشینت دوبے نے کہا کہ وہ عدالت عالیہ کی جانب سے اس معاملہ کو این بی ایس اے کے پاس بھیجنے کے سخت خلاف ہیں، کیونکہ یہ ادارہ ایک ایسی کمپنی ہے جس کے پاس کاروائی کرنے کے اختیارات نہیں ہیں، اس مسئلہ میں چیف جسٹس نے پٹیشن کو خارج کرنے کی بات کہی، تو ایڈوکیٹ دشینت دوبے نے کہا کہ عدالت ان کے دلائل سنے بغیر یہ پٹیشن خارج نہ کرے، عدالت نے کاروائی کو ملتوی کردیا اور اگلی سماعت کا اعلان کیا ہے، امید کی جانی چاہئے کہ اگلی سماعت کے موقع پر دلائل کی مساعت کے بعد کوئی فیصلہ صادر ہو۔

محرم کے جلوس کی سپریم کورٹ نے اجازت نہیں دی

سپریم کورٹ نے شیعہ مذہبی رہنما مولانا کلب جواد کی درخواست پر ملک بھر میں محرم کا جلوس نکالنے کی اجازت نہیں دی، چیف جسٹس ایس اے بوونڈے نے انھیں اس سلسلہ میں ہائی کورٹ جانے کا مشورہ دیا ہے، انھوں نے کہا ہائی کورٹ ہر ریاست کے حالات کے پیش اس سلسلہ میں غور کرکے کوئی فیصلہ کرے گی، انھوں نے کہا کہ پورے ملک میں جلوس نکالنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی کیونکہ ہر جگہ کے حالات الگ ہیں، اور اگر پورے ملک کے لئے ایسی کوئی اجازت دی گئی تو لوگ ایک ہی کمیونٹی کو کورونا کے لئے قصوروار ٹھہرانے لگیں گے۔ اس لئے ہر ریاست کی ہائی کورٹ کو حالات کے پیش نظر اجازت دینے پر غور کرنا چاہئے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

فقہی مسائل

مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی

س: شرابی پر شراب پینے سے غسل واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

ج: یہ جن اسباب سے انسان پر شرعاً غسل کرنا واجب ہوجاتا ہے ان اسباب میں نہیں ہے، لہٰذا شراب پینے کی وجہ سے غسل واجب نہیں ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

س: پانی کی ٹنکی میں چھپکلی گر کر مرگئی، اس کے پانی کا کیا حکم ہے؟ نماز، وضو یا غسل لوٹانے کی ضرورت ہے یا نہیں؟

ج: عام انڈے دینے والی گھریلو چھپکلی چھوٹی ہوتی ہے اس میں بہنے والا خون نہیں ہوتا ہے اس لیے اس کے پانی میں مرنے یا پھولنے پھٹنے سے پانی ناپاک نہیں ہوگا، اس سے وضو اور غسل جائز ہے اس پانی سے وضو کرکے پڑھی گئی نمازیں لوٹانے کی ضرورت نہیں، البتہ اگر وہ پانی نقصان دہ ہو تو طبی نقطہ نظر سے استعمال نہ کیا جائے۔ وموت ما ليس له نفس سائلة في الماء لاينجسه، كالبق والذباب والزنابير والعقارب و نحوهما (ہندیۃ: ۱/۲۴)

س: چھوٹے بچے یا بچی کا جنازہ، نماز سے پہلے کہاں رکھا جائے، چارپائی پر یا چٹائی پر؟

ج: بچے یا بچی کی میت کو چارپائی پر رکھنا ضروری نہیں، تاہم میت کو غسل وکفن کے بعد تخت یا پلنگ پر رکھنا مسنون ہے اور اس میں میت کا اکرام بھی ہے، نیز پلنگ یا تخت کا معمول سے زیادہ اونچا ہونا ضروری نہیں، زمین سے تھوڑا سا بلند ہونا بھی کافی ہے، اس حکم میں بالغ میت و نابالغ میت سب برابر ہیں:

فائدة: روى أنه صلى الله عليه وسلم لما غسل وكفن ووضع على السرير ..الحديث (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح باب أحكام الجنائز، فصل: الصلاة عليه، ص:) فقط واللہ اعلم

س: کورونا وائرس سے ایک صاحب کا انتقال ہوا نماز جنازہ کے بغیر ہی ان کو دفنا دیا گیا کئی دن کے بعد مسلمانوں کو احساس ہو رہا ہے کہ غلطی ہوگئی، ایسے حالات میں اب کیا کر سکتے ہیں؟

ج: اگر کسی میت کو نماز جنازہ کے بغیر دفن کر دیا گیا تو جب تک اس کی نعش کے پھٹ جانے کا اندیشہ نہ ہو اس وقت تک اس کی نماز اس کی قبر پر پڑھی جائے گی اس کے بعد نہیں۔ لہٰذا کچھ افراد مدت کا اندازہ کرکے کہ جس مین نعش کے پھٹنے کا اندیشہ نہ ہو اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھ لیں۔ نعش پھٹنے کی مدت علاقہ اور موسم وغیرہ کے اعتبار سے مختلف ہوسکتی ہے، اس بات کا اندازہ مقامی لوگ ہی لگا سکتے ہیں۔ وإن دفن الخ، بغير صلاة الخ، صلى على قبره ما لم يغلب على الظن بفسخه من غير تقدير هو الاصح (درمختار) وفي الشامي: لانه يختلف باختلاف الاوقات حراً وبرداً والميت سمناً و هزالاً والامكنة. (شامي زكريا ۱۲۵/۳، بيروت ۱۱۷/۳، البحر الرائق ۱۸۲/۲)

س: موبائل میں قرآن کی تلاوت اور بغیر وضو چھونا کیسا ہے؟

ج: موبائل میں دیکھ کر قرآنِ مجید پڑھنا جائز ہے چوں کہ قرآنِ کریم کو دیکھ کر ہاتھ لگائے بغیر زبانی تلاوت کرنا جائز ہے اس لیے موبائل فون میں دیکھ کر بے وضو قرآنِ کریم کی تلاوت کرنا بھی جائز ہوگا، البتہ اگر اسکرین پر قرآن کریم کھلا ہوا ہو تو بے وضو موبائل کو مختلف اطراف سے چھونا اور پکڑنا تو جائز ہے لیکن اسکرین کو بغیر وضو چھونا جائز نہیں ہے، کیوں کہ جس وقت قرآنِ کریم اسکرین پر کھلا ہوا ہوتا ہے اس وقت اسکرین کو چھونا قرآن کو چھونے کے حکم میں ہوتا ہے جس کی بلا وضو اجازت نہیں ہے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

آخری صفحہ

آؤ مسکراہٹیں بانٹیں

'ایک چھوٹی سی 6 سالہ معصوم بچی سڑکوں پر ٹشو پیپرز بیچ رہی تھی، چہرے پر مسکراہٹ لئے یہ اِدھر سے اُدھر پھدکتی پھر رہی ہے، گاہکوں کو آتے دیکھ کر اپنی چھوٹی سی ٹوکری ان کے سامنے کرتی ہوئی کہتی: آپ کو ٹشو پیپرز چاہئیں؟

وہ ایک خاتون کے سامنے سے گزرتی ہے تو دیکھتی ہے کہ وہ رو رہی ہے، معصوم بچی اس کے پاس رک جاتی ہے، خاتون نے بھی اشک بار آنکھوں سے اس پیاری سی بچی کو دیکھا جو چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ لیے اسے ٹشو پیپر کا پیکٹ پیش کر رہی تھی، اس نے انجانے میں ٹشو پیپر نکالا اور اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھنے لگی۔ اس نے اپنے پرس سے ٹشو پیپرز کی قیمت نکالی اور بچی کو دینے کے لیے دیکھا تو وہ جا چکی تھی، وہ چھوٹی سی مسکراتی ہوئی بچی اسے بہت اچھی لگی، تھوڑی دور ایک خالی بنچ تھی، وہ خاتون وہاں جا کر بیٹھ گئی، کچھ سوچا اور پھر اپنے موبائل سے اپنے خاوند کو میسیج کیا:

''میں اپنے کیے پر نادم ہوں، جو کچھ ہوا، مجھے اس پر افسوس ہے، آپ جانے دیں، آپ کا موقف درست ہے۔''

اس کا خاوند ایک ہوٹل میں پریشان حال بیٹھا تھا اسے بیوی کا یہ خوشگوار پیغام ملا، اس کے چہرے پر پرسکون مسکراہٹ چھا گئی ان میاں بیوی کے مابین کسی بات پر جھگڑا ہو گیا تھا، اس خوشی میں اس نے ویٹر کو بلوایا اور بڑی خوشی سے اسے پچاس مصری پونڈ پکڑا کر کہا کہ یہ تمہارے ہیں، ویٹر کو اعتبار نہ آیا اور کہنے لگا: چائے کی قیمت تو صرف 5 پونڈ تھی! باقی تمہاری ٹپ ہے، وہ گویا ہوا...

اب ویٹر کے چہرہ پر مسکراہٹ تھی، ویٹر کو اتنی بڑی رقم کا ملنا کوئی معمولی بات نہ تھی، اس نے ایک فیصلہ کیا اور اس بوڑھی فقیر عورت کے پاس جا پہنچا، جو فٹ پاتھ پر کپڑا بچھائے چاکلیٹ اور ٹافیاں بیچ رہی تھی، اس نے ایک پونڈ کی چاکلیٹ خریدی اور اسے مسکراتے ہوئے دس پونڈ پکڑا دیئے۔ باقی پونڈ تمہارے لیے، اس نے کہا اور اپنے کام پر واپس چل دیا۔

بوڑھی خاتون بار بار اس 10 پونڈ کے نوٹ کی طرف دیکھ رہی تھی، جو بغیر کسی محنت اور صلے کے مل گئے تھے، اس کے چہرے پر بے حد مسکراہٹ تھی، اس کا دل مارے خوشی کے بلیوں اچھل رہا تھا، اس نے زمین پر بچھائے ہوئے اپنے سامان کو سمیٹا اور سیدھی قصاب کی دکان پر جا پہنچی، اسے اور اس کی پوتی کو گوشت کھائے کتنی مدت گزر چکی تھی، ان کا گوشت کھانے کو جی چاہتا تھا، مگر ان کے وسائل اجازت نہیں دیتے تھے، آج ان کی خواہش پوری ہو رہی تھی۔

اس نے مسکراتے ہوئے گوشت خریدا اور گھر چل دی، بوڑھی اماں نے بڑی محنت اور شوق سے گوشت پکایا اور ننھی سی پیاری سی پوتی کا انتظار کرنے لگی کہ وہی تو اس کی کل کائنات تھی، آج وہ گوشت کھا کر کتنی خوش ہوگی؟

وہ سوچوں میں گم تھی کہ ٹشو پیپرز بیچنے والی اس کی پوتی مسکراتی ہوئی گھر میں داخل ہوئی، آج اس کے چہرے پر عام دنوں سے زیادہ مسکراہٹ تھی، جو خوشی آپ دوسروں کو دیں گے وہ ضرور بالضرور آپ کے پاس اور آپ کے گھر لوٹ کر آئے گی ان شاء اللہ

قارئین کرام! کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم بھی اس ٹشو پیپر بیچنے والی بچی کی طرح مسکراہٹیں تقسیم کریں، لوگوں میں خوشیاں بانٹیں، ہم خاتم النبیّین رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حدیث مبارکہ پر غور کریں: آپ نے ایک حدیث میں اپنی امت کی رہنمائی فرمائی اور مسکراہٹ کی جانب توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ تمہارا اپنے بھائی کے ساتھ مسکراتے ہوئے چہرے سے پیش آنا بھی صدقہ ہے۔ ..... سبحان اللہ

سب کو خوشیاں دیجئے . پیار بانٹئے .. یاد رکھیے جو چیز دوسروں کو دی جاتی ہے بانٹی جاتی ہے وہ بڑھتی ہے کم نہیں ہوتی.

جس طرح مال بڑھتا ہے بانٹنے سے، رزق بڑھتا ہے بانٹنے سے دوسروں کو کھلانے سے، اسی طرح عزت بھی بڑھتی ہے دوسروں کو عزت دینے سے۔ کاش ہم اس نکتہ کو سمجھ سکتے !!

مولانا محمّد کلیم صدیقی